ڈاکٹر معین الدین عقیل

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے اُردو مخطوطات
(وضاحتی فہرست مع ضمیمہ)

Urdu Mass of Asiatic Society Calcutta

Dr. Moinuddin Aqeel, Chairman, Department of Urdu, International Islamic University, Islamabad.

Abstract:

"Asiatic Society, Calcutta" is very famous for its highly valuable Mss., in Oriental Languages including Urdu.
In spite of importance and worth, no comprehensive and complete catalogue of its Urdu Mass has been published and only an insufficient catalogue of some select Urdu Mass has appeared so far.
The present effort, consisting of a larger number of Urdu Mass is compiled and presented here, so that a number of important and useful Urdu Mass relating to History, Religion and Literature may be introduced to the knowledge of relevant scholars and researches.

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کا کتب خانہ، عربی اور فارسی کے ساتھ ساتھ، اپنے اُردو مخطوطات کی ثروت کے لحاظ سے بھی بے حد اہم اور وقیع ہے۔ ان زبانوں کے مخطوطات کی ایک بڑی تعداد اس کتب خانے کے متعدد ذخائر میں محفوظ ہے اور یہ کتب خانہ اپنے آغاز سے اب تک محققین کی توجہ کا مرکز ہے۔ یہاں موجود عربی اور فارسی مخطوطات کی متعدد فہرستیں شائع ہوچکی ہیں لیکن اُردو مخطوطات کی کوئی مستقل اور مکمل فہرست غالباً تاحال شائع نہیں ہوئی۔ محض ایک نامکمل لیکن وضاحتی فہرست "JOURNAL OF THE ASIATIC SOCIETY" کے شمارہ ۱۔۴، جلد دہم، ۱۹۶۸ء، صفحہ ۱۸ تا ۳۱ میں شائع ہوئی ہے، جسے ایس۔ ایم۔ حسن نے مرتب کیا ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق اس کتب خانے میں کل ۲۳۴ اُردو مخطوطات محفوظ ہیں[۱]

لیکن مذکورہ فہرست میں صرف ۴۷ مخطوطات کو متعارف کرایا گیا ہے۔ اس ایک مطبوعہ فہرست کے علاوہ راقم کے ذخیرۂ کتب میں اس کتب خانے کے اُردو مخطوطات کی ایک قلمی اور غیر مطبوعہ فہرست بھی موجود ہے، جسے سیّد جمیل نقوی نے ۱۹۳۹ء میں مرتب کیا تھا۔ یہ نہ صرف وضاحتی بلکہ تفصیلی بھی ہے اور اس میں فاضل مرتب کو کتاب یا مصنف کے تعلق سے جو تازہ اور مفید معلومات میسر آئیں، انھیں فہرست کے متن اور حواشی میں درج کیا ہے۔۲

راقم الحروف کو جمیل نقوی صاحب کی شفقتیں اور عنایتیں حاصل رہی ہیں۔ اپنی عمر کے آخری عرصے میں انھوں نے ازراہِ عنایت اپنے دو مسودات ایک ہائیکو نظموں پر مشتمل اور دوسرا.... یہی فہرست' مرحمت فرمائے تھے کہ انھیں کہیں شائع کرادوں۔ بظاہر یہ فہرست علمی دنیا کے لیے ایک بیش بہا نعمت سے کم نہ تھی۔ لیکن اس قابل نہ تھی کہ اسے بعینہٖ شائع کروادیا جاتا۔ اس پر نظر ثانی اور اس کی تصحیح و ترتیبِ نو ضروری تھی۔ چناں چہ راقم کی متنوع اور روز افزوں مصروفیات کے باعث یہ کام التوا کا شکار رہا اور اب اسے ضروری تصحیح کے بعد شائع کیا جارہا ہے۔ اس عمل میں ایس ایم حسن کی مذکورہ فہرست بھی پیشِ نظر رکھی گئی ہے اور اس طرح کوشش کی گئی ہے کہ دونوں فہرستوں کے مندرجات کو اس طرح پیش کردیا جائے کہ اس کتب خانے کے اُردو مخطوطات سے متعلق دستیاب معلومات یکجا ہوجائیں۔

جمیل نقوی کی مرتبہ فہرست میں ۶۰ مخطوطات شامل ہیں' جب کہ ایس ایم حسن کی فہرست ۴۷ مخطوطات کے تعارف پر مشتمل ہے۔ ان دونوں فہرستوں میں مندرجات مختلف ہیں لیکن ۲۴ مخطوطات مشترک ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

مخطوطہ کا عنوان	جمیل نقوی کا نمبر شمار	ایس ایم حسن کا صفحہ نمبر
۱۔ بلوند نامہ	۲۴	۱۹
۲۔ واقعاتِ اکبری	۲۸	۲۰
۳۔ انتخابِ سلطانیہ	۱۹	۲۰
۴۔ اقبال نامہ	۲۰	۲۰

۵۔تاریخِ آسام	۲۷	۲۲
۶۔آرائشِ محفل	۱۸	۲۲
۷۔ تاریخِ نادری	۲۳	۲۲
۸۔ تاریخِ شیر شاہی	۲۵	۲۲
۹۔باغِ سخن	۱۲	۲۳
۱۰۔نشاط العتیق	۸	۲۳
۱۱۔ رسالہ در بیانِ معدنیات	۳۳	۲۳
۱۲۔خوانِ نعمت	۳۰	۲۵
۱۳۔ترجمہ مفتاح الصلوٰۃ	۳	۲۵
۱۴۔ ترجمہ تمہیدات عین القضاۃ	۱۰	۲۶
۱۵۔ جامع الاخلاق	۱۴	۲۷
۱۶۔ گلشنِ اخلاق	۱۳	۲۷
۱۷۔شاہ نامہ ہندی	۲۲	۲۸
۱۸۔ خلاصہ سلطانی	۵	۲۸
۱۹۔ احکام النساء	۴	۲۹
۲۰۔ترجمہ قرآن شریف	۱	۲۹
۲۱۔ ضرب الامثال	۲۹	۳۰
۲۲۔وہ مجلس	۲۶	۳۰
۲۳۔ حجتہ القویٰ	۷	۳۰
۲۴۔ جہانگیر شاہی	۲۱	۳۰

اس کے برعکس درج ذیل مخطوطات، جو جمیل نقوی کی فہرست میں شامل ہیں ایس۔ایم۔حسن کی فہرست میں موجود نہیں۔ایسے مخطوطات کی تعداد ۳۴ ہے:

۱- دیوان ولا (۵۰) ۲- دِیوان قدرت (۵۳)

۳- دِیوان محبت (۵۱) ۴- دِیوان ناجی (۵۴)

۵- دِیوان یقین (۵۲) ۶- دِیوان احسن (۵۵)

۷- دِیوان افسوس (۴۹) ۸- دِیوان میر سوز (۵۷)

۹- دِیوان کبیر (۵۸) ۱۰- دِیوان میر (۵۹)

۱۱- دِیوان آصف الدولہ (۶۰) ۱۲- رسالہ درحدیث (۲)

۱۳- دِیوان رسالہ متعلق مسائل نماز وغسل (۶)

۱۴- شرح گلشنِ راز (۹) ۱۵- تحفتہ المرسلہ (۱۱)

۱۶- تذکرۂ ریختہ گویاں (۱۶) ۱۷- تذکرۂ ہندی (۱۷)

۱۸- رسالہ راگ (۳۱) ۱۹- سورساگر (۳۲)

۲۰- دِیوان درد (۳۴) ۲۱- دِیوان ولی (۳۵)

۲۲- دِیوان ولی (۳۶) ۲۳- دِیوان ممنون (۳۷)

۲۴- دِیوان حسن (۳۸) ۲۵- دِیوان تجلی (۳۹)

۲۶- دِیوان رند (۴۰) ۲۷- دِیوان واقف (۴۱)

۲۸- دِیوان مخلص (۴۲) ۲۹- دِیوان انشا (۴۳)

۳۰- دِیوان مجرم (۴۴) ۳۱- دِیوان بقا (۴۵)

۳۲- دِیوان آبرو (۴۶) ۳۳- دِیوان سودا (۴۷)

۳۴- دِیوان افسوس (۴۸)

اسی طرح ایسے مخطوطات، جو ایس۔ ایم۔ حسن کی فہرست میں شامل ہیں لیکن جمیل نقوی کی فہرست میں موجود نہیں، یہ ہیں:

۱- خودنوشت سوانح نساخ (۱۹) ۲- منتخب الفوائد (۲۰)

۳- دیوانِ جہاں (۲۱) ۴- چہار گلشن (۲۱)

۵۔ چشمۂ فیض (۲۱) ۶۔ مظہر العجائب (۲۱)

۷۔ تاریخِ بغاوتِ ہند (۲۲) ۸۔ تاریخ رام پور (۲۲)

۹۔ بتیال پچیسی (۲۳) ۱۰۔ تاریخِ غریبی (۲۳)

۱۱۔ اخلاق ہندی (۲۳) ۱۲۔ انوارِ سہیلی (۲۳)

۱۳۔ فرس نامۂ رنگیں (۲۳) ۱۴۔ آرائش محفل قصۂ حاتم طائی (۲۴)

۱۵۔ گنج خوبی (۲۴) ۱۶۔ نوطرزِ مرصع (۲۴)

۱۷۔ نثر بے نظیر (۲۴) ۱۸۔ پھول بن (۲۴)

۱۹۔ سنگھاسن بتیسی (۲۰) ۲۰۔ ہفت پیکر (۲۵)

۲۱۔ خرد افروز (۲۵) ۲۲ہفت گلشن (۲۵)

۲۳۔ بہار دانش باغ و بہار (۲۵) ۲۴۔ ترجمہ کتاب نور الانصار (۲۵)

۲۵۔ تحفۃ العوام (۲۶) ۲۶۔ طوطی نامہ (۲۶)

۲۷۔ قصہ بلند اختر مع مثنوی در احوال کلکتہ (۲۶)

۲۸۔ قصہ لعل و گوہر (۲۶) ۲۹۔ حسن و عشق قصہ گل و ہرمز (۲۷)

۳۰۔ انشائے نورتن (۲۷) ۳۱۔ گلشنِ عشق (۲۷)

۳۲۔ رسالہ در ہندی (۲۷) ۳۳۔ شاہ نامہ (۲۷)

۳۴۔ شاہ نامہ قصہ خسروانِ عجم (۲۸) ۳۵۔ ترجمہ تحفہ (۲۸)

۳۶۔ اضربِ سلطانی (۲۸) ۳۷۔ قصہ بہرام و گل اندام (۲۹)

۳۸۔ محیط دانش (۲۹) ۳۹۔ بہار عشق ترجمہ نل دمن (۲۹)

۴۰۔ بہار عشق ترجمہ سیف الملوک (۲۹)

۴۱۔ چراغ ایمان (۲۹) ۴۲۔ ذکر الشہادتین (۳۰)

۴۳۔ قصہ گلشن ہند (۳۰)

اس اعتبار سے دونوں فہرستوں میں شامل مخطوطات کی کل تعداد ۱۰۱ بنتی ہے، جب کہ کتب خانے میں اُردو کے جملہ ۲۳۴ مخطوطات میں سے ۱۳۳ مخطوطات تا حال کسی فہرست میں شامل ہونے یا متعارف ہونے کے منتظر ہیں۔ چوں کہ ایس۔ ایم۔ حسن نے زیادہ تر ان مخطوطات کو اپنی فہرست میں شامل کیا ہے جو نثر میں ہیں اور سید جمیل نقوی کی فہرست میں شامل وہ مخطوطات، جو ایس۔ ایم۔ حسن کی فہرست میں شامل نہیں، زیادہ تر منظوم ہیں۔ اِس لیے گمان کیا جا سکتا ہے کہ بقیہ مخطوطات غالباً دواوین یا منظومات پر مشتمل ہوں گے۔

اگر چہ تازہ تر تحقیقات و مطالعات کے نتیجے میں، ان فہرستوں میں شامل کتابوں اور ان کے مصنفوں کے بارے میں متعدد نئی معلومات سامنے آئی ہیں اور ان مذکورہ مخطوطات میں سے کئی مخطوطات تقدیم و تعلیق اور ترتیب و تدوین کے اہتمام کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں، جن سے ان فہرستوں کے فاضل مرتبین ناواقف رہے یا استفادہ نہ کر سکے۔ یہاں ان فہرستوں کو ان میں دی گئی اضافی معلومات اور مندرجات کی حد تک بعینہٖ شائع کیا جا رہا ہے۔ ایس۔ ایم حسن نے اپنی فہرست کے آغاز میں ایک مختصر تعارفی شذرہ تحریر کیا ہے لیکن حواشی یا متعلقہ معلومات کے اضافے سے گریز کیا ہے، جب کہ سید جمیل نقوی نے بالعموم حواشی کا اہتمام کیا ہے، جو پاورقی تھے۔ یہاں انھیں ان کی فہرست کے آخر میں منتقل کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ "The Asiatic Society; Bio-Centenery Souvenir, 1784-1984." (کلکتہ، ۱۹۸۴ء) ص ۱۸ (صفحات پر نمبر شمار درج نہیں ہیں)۔

۲۔ سید جمیل نقوی متعدد کتابوں کے مصنف اور شاعر تھے۔ ۱۹۱۲ء میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں علیگڑھ سے لائبریرین کا امتحان کامیاب کیا اور وہیں یونیورسٹی لائبریری میں ملازمت شروع کی۔ ۱۹ سال تک وہاں وہ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اس دوران وہ کلکتہ چلے گئے جہاں رہ کر ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے سے استفادہ کیا اور اُردو مخطوطات کی یہ وضاحتی فہرست ترتیب دی۔ وہاں سے ۱۹۴۵ء میں وہ دہلی چلے گئے جہاں محکمۂ تجارت سے وابستہ ہوئے اور پھر قیامِ پاکستان کے بعد کراچی منتقل ہو گئے اور ایکسپورٹ پروموشن بیورو میں ملازمت اختیار کی اور ۱۹۷۰ء میں سبکدوش ہوئے۔ ۱۹، جنوری ۱۹۹۹ء کو انتقال کیا۔

(۱)

ترجمۂ قرآن پاک

مترجمین: مولوی امانت اللہ، میر بہادر علی حسینی، میرزا کاظم علی جوآن وغیرہ
(منشیان فورٹ ولیم کالج)

اوراق: ۵۶۰ مسطر: ۹-۱۳ سطری سائز: ۴/۳-۱۰ x ۴/۳-۷ انچ

خط: رواں نستعلیق مرقومہ: ۱۸۰۴ء

آغاز: ''سورۂ فاتحہ مکے مدینے میں نازل ہوا سات آیت کا۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا کے نام سے جو بڑا بخشنے والا ہے۔
نعمت دینے ہارا ہے۔ ہر ایک حمد خدا کے لیے ہے۔ وہ مالک
سب کا بخشنے ہارا۔ روزی دینے ولا...' الخ''

آخری ۹ صفحات (اوراق ۵۵۶ب تا ۵۶۰ب) اس اُردو ترجمہ کا ایک تاریخی خاکہ درج ہے۔ یعنی یہ ترجمہ ڈاکٹر گلکرسٹ کی نگرانی میں فورٹ ولیم کالج کے منشیان مولوی امانت اللہ، میر بہادر علی حسینی (میر منشی) نے ذی الحجہ ۱۲۱۷ھ میں شروع کیا۔ پھر مولوی فضل بھی شامل ہو گئے۔ مرزا کاظم علی جوآن، ساتھ ساتھ زبان کی درستی اور ترجمہ کی اصلاح کرتے جاتے تھے۔ ۲۱ سپارے ترجمہ ہوئے تھے کہ چند اختلافات کی بنا پر مولوی عنایت اللہ اس کام سے کنارہ کش ہو گئے۔ ان کی جگہ حافظ محمد غوث کا تقرر عمل میں آیا جنھوں نے مولوی فضل اللہ اور مرزا کاظم علی جوآن کے ساتھ مل کر ۹ر رمضان المبارک ۱۲۱۹ھ مطابق ۱۳ر دسمبر ۱۸۰۴ء کو (تقریباً دو سال بعد) ترجمہ مکمل کیا۔ نمونہ:

> ''وہی تو وہ خدا ہے جس نے بنا ڈالا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ آزمائے ہمیں کہ کون ہے تم میں سے بہتر چال چلن کی راہ سے اور اگر کہتا ہے تو کہ ضرور تم اُٹھائے جاؤ گے مرنے کے بعد تو کہنے لگتے ہیں وہ لوگ کہ جو کافر ہو گئے......' الخ''

ڈاکٹر گلکرسٹ کے ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد نگراں کے فرائض کپتان مونٹ نے انجام دیے۔ لیکن ورق ۳۳۵ سے ورق ۵۴۵ تک ۸ مقامات پر کسی ''آئی۔ ایچ''

کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ کپتان مونٹ کے کوئی اور شخص بھی ترجمہ کی رفتار کا جائزہ لیتا تھا۔

مزید براں اس مخطوطہ کے سلسلہ میں یہ امر بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے (بحوالہ تاریخی خاکہ اختتامِ ترجمہ) قرآن مجید کا یہ اُردو ترجمہ براہ راست عربی سے نہیں کیا گیا بلکہ کسی فارسی ترجمہ وتفسیر سے بجائے لفظی ترجمہ کے بامحاورہ اُردو میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا نمونہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ مرزا کاظم علی جواںؔ کے قلم کا لکھا ہوا ہے اور ترجمہ کا اصل نسخہ یہی ہے جو اب تک مورخین کی نظروں سے پوشیدہ ہے [1]۔

پہلے ۸۲ اوراق پر عنوانات اور آیات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ باقی متن سیاہ روشنائی سے لکھا ہوا ہے۔ ابھی تک شائع نہیں ہوا۔

(۲)

رسالہ در حدیث

مؤلف ومترجم: نامعلوم

اوراق: ۱۹ مسطر: ۱۷ سطری سائز: ۱۰ x ۶-۱/۲ انچ

خط: خوش خط نسخ مرقومہ: غالباً بارھویں صدی

مختلف موضوعات پر منتخب احادیث کا مجموعہ۔ عربی متن۔ دکنی ترجمہ کے ساتھ مؤلف و مترجم کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

"رَبِّ یَسِرْ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمُ وَ تَمِّمْ
بِالخَیرِ۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین والصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ
مُحَمَّدٍوَّ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن ٥ الخ"

آخر ناقص۔ اوراق۔۱۴ ا اور ۱۴ ب خالی۔ ورق ۱۹ پر کتاب اچانک نامکمل رہ جاتی ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں۔ حاشیہ پر جا بجا کسی نے معلوماتی عبارات لکھی ہیں۔

(۳)

ترجمۂ مفتاحُ الصَّلوٰۃ

مترجم: سید امام الدین علی واعظ عرف فقیر الہند متخلص بہ کامؔل

اوراق:۹۲ مسطر:۱۶سطری سائز:۱۰ x ۶ انچ

خط: رواں نستعلیق مرقومہ:۱۱۹۲ھ

مفتاح الصَّلوٰہ مصنفہ شیخ فتح محمد محدث برہانپوری کا اُردو ترجمہ از سید امام الدین علی واعظ عرف فقیر الہند متخلصبہ کامؔل

حمد حق دمبدم ہزار کروں شکر ہر لحظہ بیشمار کروں
غافل حد حق کا بندہ نئیں مردہ دل اصل میں ہے زندہ نئیں

یہ رسالہ اسلام کے ارکان اور نماز کے متعلق مسائل پر مشتمل ہے۔ مصنف نے سبب تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے (ترجمہ ورق ۹۱ ب):-

> ’’جو کچھ کہ کثیر الوقوع دیکھا گیا اس پر اکتفا کر مفتاح الصَّلوٰۃ تمام کیا ہم نے اور اس رسالہ کوں واسطے شیخ احمد سلیمان کی کہ ایک ہمشیر زادہ نسوں اس فقیر کا ہے واسطہ صلہ رحم تالیف کیا۔ الخ‘‘

ترقیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ مخطوطہ مترجم کے قلم کی تحریر ہے۔ جوارکاٹ کے مقام پر ۱۰ ارجمادی الاول ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں۔ پہلے صفحہ پر ایک مہر سے پتہ چلتا ہے کہ مخطوطہ نواب نصیر الدّ ولہ بہادر نصیر جنگ کی ملکیت رہ چکا ہے۔

(۴)

احکامُ النساء

مؤلف: قاضی غلام محمد

اوراق:۳۸ مسطر:۱۱سطری سائز:۸-۳/۴ x ۵-۱/۲ انچ

خط: رواں نستعلیق مرقومہ: تاریخ نامعلوم

اس رسالہ میں عورتوں کے مسائلِ زندگی پر دکنی زبان میں مختصراً بحث کی گئی ہے۔ غلام محمد (مؤلف) ٹیپو سلطان کے دربار میں قاضی کے عہدہ پر فائز تھا۔

منظوم حمد و نعت کے بعد تمہید کا آغاز اپنے ولی ٹیپو سلطان کی مدح سے کرتا ہے۔

اوشہ جنکی فتح جہاں میں ہے آشکار
تیغ ان کی دشمنکی سر کوں کرتی ہے شکار
سلطان دین حضرت ٹیپو ہی بادشاہ
عالم کوں اُن کے فیض سوں راحت ہے بیشمار

مخطوطہ مندرجہ ذیل الفاظ پر ختم ہوتا ہے۔

''تمت الکتاب احکام النساء: - تاریخ ماہ جعفری سال..... ۲؎ مولود محمدی۔
جملہ سی و ہشتورق۔''

(۵)
خلاصہ سلطانی

مؤلف و مترجم: قاضی غلام محمد

اوراق: ۷۹ مسطر: ۱۱سطری سائز: ۸-۱/۲ x ۶ انچ

خط: رواں نستعلیق مرقومہ: سال شاد ۱۲۲۳ مولود محمدی

سلطان محمود غزنوی (۱۰۳۰.....۹۹۸ء) کے حکم سے مشہور علمائے وقت نے فارسی زبان میں اہم مسائل فقہ کا ایک ضخیم مجموعہ ''مجمع سلطانی''۳؎ کے نام سے مرتب کیا تھا۔ سلطان ٹیپو کے درباری قاضی غلام محمد نے اس کی تلخیص دکنی زبان میں ''خلاصہ سلطانی'' کے نام سے بمقام دارالخلافہ پٹن تحریر کی۔

روایتی حمد و نعت کے بعد سلطان ٹیپو کی مدح میں جو اشعار قاضی غلام محمد نے اپنی تالیف ''احکام النساء'' میں لکھے تھے۔ ان میں ذرا سی تبدیلیاں کر کے خلاصہ سلطانی کی تمہید میں بھی شامل کر دیے ہیں۔

تلخیص و ترجمہ کی صحیح تاریخ کا پتہ نہیں چل سکا۔ غالباً اس کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ کہیں موجود نہیں ہے۔ کتاب اس عبارت پر ختم ہو جاتی ہے:-

''تمام شد کتاب خلاصہ سلطانی دکنی بتاریخ غرہ ماہ رحمانی سال شاد ۱۲۲۳
مولود محمدی بخط طبعی نمط غلام درگاہ وحید محمد سعید۔ تمت تمام شد۔''

(۶)
رسالہ متعلق مسائلِ نماز و غسل
(ناقص)

مصنف: نامعلوم

اوراق:۴ مسطر:۱۳سطری سائز: ۱۰ x ۱/۲-۱-۲ انچ

خط: معمولی نسخ مرقومہ: تاریخ نامعلوم (غالباً بارھویں صدی ہجری)

دکنی زبان میں مسائل متعلق نماز و غسل پر ایک بہت ہی مختصر نامکمل رسالہ

"الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم...... اجمعین. جان توں کہ ایمان میں دو فرض ہیں......' الخ"

(۷)
حُجّتہ القوِی

مصنف: سید احمد حسینی القادری سبز پوش

اوراق: ۴۵ مسطر:۱۱سطری سائز:۶ x ۴ انچ

خط: خوبصورت نسخ مرقومہ: ۲ر رجب المرجب ۱۱۹۰ھ

کاتب: محمد عبداللہ

قدیم دکنی زبان میں تصوف پر ایک مختصر رسالہ

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. الحمد اللّٰہ لا اِ لٰہ بتحقیق شھود ان لا موجود...... ' الخ"

جابجا احادیث کے حوالے دیے گئے ہیں اور صوفیانہ اشعار شامل کر کے عبارت کو دلچسپ بنایا گیا ہے۔ اور کسی زین العابدین کے لیے اس رسالہ کو نقل کیا گیا ہے۔

" تمام شد نسخہ حجتہ القوی برائے مطالعہ حقائق و معارف آگاہ مقبول قلوب اھل اللہ عارف باللہ زین العابدین سلمہ اللہ المبین۔ بتاریخ دوم شہر رجب المرجب روز یکشنبہ بوقت ظہر ۱۱۹۰ھ تحریر یافت۔" حرزہ محمد عبداللہ۔

بہ یاد گار نوشتم خطے کہ اتیا ے بدیں بہا نہ عریزاں کنند مارایاد

(۸)

نشاطُ العِشق

مترجم: شاہ حبیب اللہ قادری

اوراق: ۵۰ مسطر: ۱۷سطری سائز: ۱۰ x ۴/۱-۶ انچ

خط: نسخ شکستہ آمیز مرقومہ: تاریخ پڑھی نہیں جاتی غالباً ۱۰۰۲ھ

نشاط العشق دکنی زبان میں حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے مسائل تصوف پر مشتمل فارسی رسالہ شرح غوثیہ کا ترجمہ ہے ۴۔

اسٹیوارٹ نے ٹیپو سلطان لائبریری کے کیٹلاگ میں نشاط العشق کو عبداللہ بن حسینی گیسو دراز کی تصنیف بتایا ہے۔

(۹)

شرحِ گلشنِ راز

مترجم: نامعلوم

اوراق: ۶ مسطر: ۲۵سطری سائز: ۱۰ x ۴/۱-۶ انچ

خط: نسخ شکستہ آمیز مرقومہ: غالباً گیارھویں صدی

محمود شبستری کی گلشن راز کا دکنی زبان میں ایک نامکمل ترجمہ۔

''با سمک الاعظم الشامل خیفہ المقدس لکل موجود النور ظلمت العدم یا نوارالوجود۔ یعنی شروع کرتا ہوں میں اس کتاب کوں......'الخ''

(۱۰)

ترجمہ تمہیداتِ عینُ القُضاۃ

مترجم: شیخ عبدالقادر بن شیخ عبدالغفور

اوراق: ۱۵۵ مسطر: ۲۱سطری سائز: ۱۲ x ۸انچ

خط: معمولی نستعلیق بخط مترجم مرقومہ: ۲ ربیع الاول ۱۱۲۳ھ (۱۷۱۴ء)

تمہیدات عین القضا کا دکنی زبان میں مکمل ترجمہ۔

تمہیدات کے مصنف ابوالمعالی (یا ابو الفضائل) عبداللہ بن محمد المیانجی الہمدونی ہیں جو عین القضاۃ کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت احمد غزالی سہروردی (برادر امام محمد الغزالی) کے مرید تھے۔

پہلا ورق غائب۔ کتاب مندرجہ ذیل ترقیمہ پر ختم ہوتی ہے:-

''کاتب الحروف عبدالقادر ولد شیخ عبدالغفور۔ تحریر فی التاریخ دوم ماہ ربیع الاول روز سہ شنبہ مرتب شد۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شاید مترجم اور کاتب ایک ہی شخص ہے۔

(۱۱)

تحفۃ المرسلہ

مترجم: شاہ حبیب اللہ قادری

اوراق: ۲۵ مسطر: ۱۷سطری سائز: ۱۰ x ۶-۱/۴انچ

خط: نسخ شکستہ آمیز مرقومہ: ۱۱۰۲ھ

تحفتہ المرسلہ عربی میں محمد بن فضل اللہ برہانپوری (وفات: ۱۲۰۹ھ) کی تصنیف ہے۔ جس میں تصوف کے مبادیات (حقائق) بیان کیے گئے ہیں۔ شاہ حبیب اللہ قادری نے اس کا ترجمہ دکنی زبان میں کیا ہے۔ جیسا کہ ترقیمہ میں انھوں نے ذکر کیا ہے:-

''یُو ترجمہ تحفتہ المرسلہ کی فارسی ترجمہ کا دکنی زبان سوں فقیر شاہ حبیب اللہ قادری نے بولیا ہوں.....'الخ''

پہلے چار اوراق ایک طویل تمہید پر مشتمل ہیں جو اس طرح شروع ہوتی ہے:

''سنا بہوت ہور صنعت بے کنت، ثابت ہے پروردگار کے تیئں......'الخ''

کتاب کے متن کے ترجمہ کا آغاز اس طرح ہوا ہے:-

الحمد اللہ رب العالمین.....عن الکونین۔ یعنی تمام صفات ہور ثنا ثابت ہے ....'الخ''

اختتام حسب ذیل ابیات پر ہوتا ہے جن سے ترجمہ کی تاریخ کا بھی پتہ چلتا ہے:-

نہایت کوں پہونچیا یو مکتوب جب   اٹھی پنج تاریخ ماہِ رجب
تھا ہجری سن تو اپریک ہزار   جو یک دو سال ای جانی یار
نبی پر صلوٰۃ و علیہ السلام   حبیب نے یو تحفہ کیا یوں تمام

کتابت غالباً کسی اور نے کی ہے۔ قطعہ تاریخ اور حواشی مصنف کے قلم کے معلوم ہوتے ہیں۔

(۱۲)

باغِ سخن، ترجمۂ بوستان

مترجم: حاجی مرزا مغل (منشی فورٹ ولیم کالج)

اوراق: ۲۰۲ مسطر: ۱۱سطری سائز: ۲/۱-۱۰ x ۲/۱-۷ انچ

خط: رواں نستعلیق بقلم مترجم مرقومہ: ۷/جمادی الاول ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء

بوستان سعدی کا اُردو ترجمہ از حاجی مرزا مغل شاگرد مرزا کاظم علی جواںؔ (جو فورٹ ولیم کالج کے شعبہ ہندوستانی میں منشی تھے) دیباچہ میں حاجی مرزا نے اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں (لکھنؤ میں پیدا ہوئے وغیرہ) انھوں نے ایک اشتہار کے جواب میں ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش پر سعدی کی بوستان کا یہ اُردو ترجمہ کیا تھا۔ دیباچہ کے اختتام پر انھوں نے لکھا ہے کہ:-

> ''ہر چند بارہ برس سے شعر وسخن ترک کیا تھا اور تحصیلِ علوم دینی میں مصروف لیکن اہم جان کے خواب وخور اپنے اوپر حرام کر کے جان لڑا کے ایک مہینہ کے عرصے میں موافق اس شرح کے جو میر غلام حسین صاحب نے لکھی تھی اور سب شارحوں کے قول جمع کر کے جس کو ترجیح دی تھی اسی کو لکھا اور دو مہینے کے عرصہ میں لفظ ومعنی ومحاورات درست کر کے آپی اس فقیر نے کتاب کو صاف کیا......اور نام اس کا ''باغِ سخن'' رکھا تا کہ سرسبز رہے سدا۔''

یہ ترجمہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ خود مترجم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسلوب بیان فورٹ ولیم کالج کی دوسری اُردو تصانیف سے مختلف ہے۔ عنوانات ورق ۹۶ تک سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔ ۹۷ سے ۲۰۲ تک عنوانات کی جگہ خالی ہے۔

(۱۳)

گلشنِ اخلاق

مؤلف: سید علی بن سید شیر علی افسوسؔ

اوراق: ۱۴۰ مسطر: ۱۳سطری سائز: ۸-۱/۲ x ۶ انچ

خط: رواں نستعلیق بخط مؤلف مرقومہ: ۱۰ر رمضان ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء

سید علی بن سید شیر علی افسوسؔ (منشی فورٹ ولیم کالج شعبہ ہندوستانی) نے اسلامی اخلاق پر یہ کتاب اپنے والد کے ایما سے تالیف کر کے اور اپنے ہاتھ سے لکھ کر کپتان ٹیلر، استاد شعبہ ہندوستانی، فورٹ ولیم کالج کو پیش کی تھی۔

''حمد و ثناء کرتا ہوں اس خدائے ہادی کی کہ جس نے......' الخ''

ترقیمہ میں مؤلف نے لکھا ہے کہ:-

''عہد حکومت میں زبدۂ نوابان عظیم الشان اشرف الامرا نواب گورنر جنرل لارڈ منٹو دام اقبالہٗ کی ....''

یہ جملہ روایتی طور پر فورٹ ولیم کالج کی تمام مطبوعات کے ترقیموں میں ملتا ہے۔ غالبًا یہ کتاب طباعت کی اُمید میں پیش کی گئی تھی لیکن طبع نہیں ہوئی۔ گلشن کی مناسبت سے ابواب کو ''چمن'' کا عنوان دیا گیا ہے اور ہر باب کو ''روش'' کے عنوان سے تقسیم کیا گیا ہے۔

زبان و بیان فورٹ ولیم کالج کی دوسری کتابوں کے مساوی ہے۔ یعنی آسان روزمرہ میں لکھنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

(۱۴)

جامع الاخلاق

مترجم: مولوی امانت اللہ شیداؔ (منشی تفریق ہندی فورٹ ولیم کالج کلکتہ)

اوراق: ۱۹۳ مسطر: ۱۳سطری سائز: ۱۰ x ۷-۱/۴ انچ

خط: رواں نستعلیق بخط مترجم مرقومہ: تاریخ نامعلوم (ناقص الآخر)

جلال الدین محمد بن اسعد الصدیقی الدوانی (۸۳۰-۹۰۸ھ/ ۱۴۲۷-۱۵۰۲ء) کی مشہور فارسی کتاب لوامع فی الاشراق فی جوامع الاخلاق کا اُردو ترجمہ ہے۔ الدوانی کی یہ معرکتہ

الآرا تصنیف اخلاق جلالی کے نام سے مشہور ہے۔ مولوی امانت اللہ کا یہ اُردو ترجمہ فورٹ ولیم کالج کے اُردو تراجم میں بہترین اور معیاری خیال کیا جاتا ہے۔ اور کپتان جیمس مونٹ کی فرمائش پر ۱۸۰۵ء میں مکمل کیا تھا۔ امانت اللہ نے ایک عربی کتاب ہدایت الاسلام کا بھی اُردو ترجمہ کیا تھا جسے ڈاکٹر گلکرسٹ نے انگریزی میں منتقل کر کے شائع کیا۔ مترجم موصوف کی ایک اور کتاب ''منظوم صرف ونحو'' کا بھی حوالہ ملتا ہے جو ۱۸۱۰ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی تھی۔

جامع الاخلاق کا دیباچہ ابتدائی چھ اوراق پر مشتمل ہے جس میں دل کھول کر مبالغہ آمیز حد تک بڑی شد و مد سے اپنے مربی (کپتان مونٹ) اور گورنر جنرل مارکوئیس ویلزلی کی مدح کی گئی ہے۔

> ''حمد اس کریم کارساز کو سزاوار ہے جس نے جواہر اخلاق حمیدہ کو اپنے.....' الخ''

آگے چل کر دیباچہ میں لکھا ہے کہ:-

> ''یہ دولت خواہ سرکار فیض آثار کمپنی بہادر دام اقبالہ شیخ امانت اللہ مترجم تفریق ہندی درس کا ہے۔ جب اس بندہ نے نسخہ ہدایت الاسلام سے فراغت کی اور صاحب ممدوح (یعنی کپتان جیمس مونٹ) کی خدمت میں اظہار کیا ارشاد ہوا تو اخلاق جلالی کا ترجمہ زبان ریختہ میں کر.....' الخ''

کتاب کے ورق ۱۹۳ کے بعد کچھ اوراق غائب ہیں۔ اس لیے کتابت کی صحیح ۲ تاریخ معلوم نہیں ہو سکتی۔ مترجم کے اپنے قلم کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ حاشیہ پر جگہ جگہ اصلاحیں درج ہیں۔ یہ فورٹ ولیم کالج سے اس کتاب کا کوئی ایڈیشن شائع نہیں ہوا۔

(۱۵)

تذکرۂ ریختہ گویان

مصنف: فتح علی حسینی گردیزی

اوراق: ۹۵ مسطر: ۱۳ سطری سائز: ۸-۱/۲ x ۶ انچ

خط: نسخ معمولی مرقومہ: تاریخ نامعلوم (بہت قدیم نسخہ)

فتح علی حسینی گردیزی (ابنِ سید عوض علی) نے یہ تذکرہ بقول اشپرنگر ۱۱۶۵ھ میں دہلی میں مرتب کیا تھا۔ جہاں وہ محمد شاہ بادشاہ کی فوج میں بخشی کے عہدہ پر فائز تھا۔ صوفی منش آدمی

تھا اور مخدوم جہاں کے حلقہ مریدین میں شامل تھا۔ شعر گوئی سے بھی شغف تھا۔ حسینی تخلص کرتا تھا۔ ۱۹۳۳ء میں انجمن ترقی اُردو سے شائع ہو چکا ہے۔ مولوی عبدالحق نے اپنے مقدمہ میں اس کی حسبِ ذیل فارسی تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ (۱) کشف الاسرانی معرفت الاسرار (۲) مراۃ العرفان (۳) الطالی الباطل (۴) نورِ ہدایت (۵) معرفت الفقر۔

تذکرہ ۹۸ شعراء کے حالات پر مشتمل ہے۔ زیرِ نظر نسخہ سلطان ٹیپو کے کتب خانہ کی زینت رہ چکا ہے۔ پہلے صفحہ کی پیشانی پر ٹیپو سلطان کی دو مہریں ثبت ہیں۔ اسٹیورٹ نے ٹیپو سلطان کے کتب خانہ کی فہرست میں ''تذکرہ ہندی'' کے نام سے اس تذکرہ کا بیان کیا ہے۔ ۱۰۸ شعرا کے حالات کی نشاندہی کی ہے جو غلط ہے۔

شعراء کے ناموں کی ترتیب حروفِ تہجی سے ہے اور ابتدائی دو صفحوں پر شعرا کی فہرست دی گئی ہے۔ یہ نسخہ غالباً قدیم ترین ہے اور قرائن سے گردیزی کی حیات میں کتابت شدہ معلوم ہوتا ہے۔

(۱۷)

تذکرۂ ہندی

مصنف: شیخ غلام ہمدانی مصحفی

اوراق: ۱۴۶ مسطر: ۱۴ سطری سائز: ۹-۱/۲ × ۶ انچ

خط: خوش خط نستعلیق مرقومہ: ۲۰ر جمادی الاول ۱۲۱۹ء

تذکرۂ شعرائے اُردو از شیخ غلام ہمدانی مصحفی ابنِ ولی محمد امروہوی۔ (پیدائش ۱۱۴۶ھ۔ وفات ۱۲۴۰ھ لکھنؤ)۔ ریاض الفصحاء کے نام سے اُردو شعراء کا دوسرا تذکرہ بھی مصحفی کی تصنیف ہے۔ جسے مصحفی نے ''تذکرۂ ہندی'' کا دوسرا حصہ بتایا ہے۔ اور، تذکرۂ ہندی میں جو نام شامل ہونے سے رہ گئے تھے انھیں اس میں شامل کر کے از سرِ نو مرتب کیا ہے۔ فارسی شعراء کا تذکرہ بھی ''عقدِ ثریا'' کے نام سے لکھا ہے۔ تینوں تذکروں کی زبان فارسی ہے اور انجمن ترقی اُردو سے مولوی عبدالحق کے مقدموں کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ انجمن کا مطبوعہ تذکرہ ہندی، زیرِ نظر نسخہ پر مبنی ہے۔

مصحفی نے تذکرۂ ہندی میر مستحسن خلیق کی فرمائش پر ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء میں مرتب کیا تھا۔ اس تذکرہ میں شعراء کے حالات باعتبار حروفِ تہجی درج ہیں۔ جو عہد محمد شاہ سے شاہ عالم بادشاہ کے عہد تک گزرے ہیں۔ ہمعصر شعراء کے حالات نسبتاً تفصیل سے لکھے ہیں۔

''نیکوترین تذکرۂ کہ غنچۂ دلہا نے ارباب سخن را باہزار نسیم تقریر بہ شگفتن در آرد حمد خداوند سخن آفرینی است کہ مصرعہ ریختہ شمع قامت مہوشان وابا چندیں معنی سوز وگداز بسم اللہ دیون عشق ساختہ.....' الخ''

''بر ضمیر آئینہ نظیر مبصرانِ گوہر معانی مخفی ومحجب نہ ماند کہ مولف ایں تذکرہ غلام ہمدانی ولد ولی محمد ابن درویش محمد کہ بہ مصحفی شہرت دارد.........واحوال بعضے از متقدمین کہ کما ینبغی آگاہی بر اوقات آنہا حاصل شود و بطور بیاض سمت تحریر یافتہ.........''

اس کے بعد قطعہ تاریخ درج ہے۔

چونکہ از فضل خدا ساختہ شد　　جلد ایں تذکرہ مانند بہشت
سالِ او چون زخسرو پر سیدم　　یکہزار دودصد نہ بنوشت

''کاتب بندہ مرزا فدا حسین ولد آقا مرزا صاحب ۲ رجمادی الثانی ۱۲۱۹ھ۔ ملک لکھنؤ مکان احمد گنج در سن سی ام۔''

گویا یہ نسخہ تصنیف سے دس سال بعد لکھا گیا جبکہ مصحفی حیات تھے۔ انجمن ترقی اُردو کا مطبوعہ نسخہ اسی نسخہ پر مبنی ہے۔ [8]

(۱۸)
آرائشِ محفل

مترجم:　سید حیدر بخش حیدری (منشی فریق ہندی، فورٹ ولیم کالج، کلکتہ)

اوراق: ۲۸۱　مسطر: ۱۳ سطری　سائز: ۱۰ x ۷-۱/۴ انچ

خط: خوشخط نستعلیق　بخط مترجم　مرقومہ: ۱۸۰۱ء

اسی نام کی فارسی کتاب کا آزاد اور رواں اُردو ترجمہ ہے۔ آرائشِ محفل میں حاتم طائی کے قصے بیان کیے گئے۔ (ہفت سیرِ حاتم) یہ قصہ عربی سے فارسی میں منتقل ہو کر ایران اور ہندوستان میں بے حد مقبول ہوا۔ اس قصہ کو سب سے پہلے جی۔ کے۔ ایٹکنس [9] نے مرتب کر

کے ۱۸۱۸ء میں شائع کیا تھا۔ آرائش محفل کے فارسی اور اُردو تراجم لاتعداد مرتبہ چھپ چکے ہیں۔

زیرِ نظر نسخہ مترجم کے قلم سے لکھا ہوا ہے جو فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ کی ملکیت رہ چکا ہے۔ شیر علی افسوس نے بھی [۱۰] اسی نام کی ایک کتاب لکھی ہے۔ اور دونوں فورٹ ولیم کالج سے ہی وابستہ تھے۔

اس ترجمہ کے دیباچہ میں حیدری نے اپنے معاملات بھی قلمبند کئے ہیں۔ ان کے والد کا نام سید ابوالحسن تھا۔ دلی کے رہنے والے تھے اور وہیں پیدا ہوئے [۱۱] نواب علی ابراہیم کے ڈیرے پہ تربیت پائی۔ نواب علی ابراہیم علی خان خلیلؔ لارڈ ہیسٹنگز کے عہد میں بنارس کے جج تھے۔ تذکرۂ گلزار ابراہیم انھیں کی تصنیف ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ تربیت کی تکمیل کے بعد نواب ابراہیم علی خاں خلیلؔ کی عدالت ہی میں قاضی عبدالرشید خاں کے ماتحت اہلکار مقرر ہوئے۔

۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے ایک اشتہار کے جواب میں ایک رومانی قصہ [۱۱] ''ماہ پیکر'' کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ کر کے ڈاکٹر گلکرسٹ کو پیش کیا۔ اور کالج کے فریقِ ہندی میں منشی کی حیثیت سے ملازم ہوگئے۔

حیدری نے اس ترجمہ کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ یعنی ''قصہ لیلےٰ مجنوں''، ''گل مغفرت''، ''گلزارِ دانش'' اور ''طوطا کہانی''۔ ''ہفت پیکر'' [۱۲]، ''طوطا کہانی'' کے مصنف کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں۔

آرائشِ محفل کے اس ترجمہ کا آغاز ایک نظم سے ہوتا ہے:۔

الٰہی دے مجھے روشن بیانی   کہ تا دل پہ کھلے راز نہانی
زباں کو مخزنِ تقریر کردے   دہن کو گوہرِ معنی سے بھر دے
کہیں سُن کر اسے فصحائے اُردو   کہ ہے یہی گوہر دریائے اُردو

اس کے بعد سبب تالیف کے عنوان سے ایک دیباچہ ہے۔ اس کے بعد دوسرے ورق سے کتاب اس طرح شروع ہوتی ہے کہ:۔

> ''لکھنے والے نے یوں لکھا ہے کہ اگلے زمانہ میں طے نام یمن کا بادشاہ...... الخ''

عبارت کا نمونہ:۔

> ''حاتم نے کہا اے نوجوان دردمند ایسی کیا تجھ پر مشکل پڑی ہے جو اتنا حیران و پریشان ہے۔ اس نے کہا اے مسافر میں سوداگر ہوں اور یہاں سے بارہ

کوس پر ایک شہر عالیشان ہے وہاں حارس نام ایک سوداگر نہایت عمدہ مالدار رہتا ہے۔ اور ایک لڑکی بھی پری پیکر رشکِ قمر رکھتا ہے....''

یہ ترجمہ پہلی بار کلکتہ سے نستعلیق ٹائپ میں ۱۸۰۲ء میں شائع ہوا۔۱۳ (اس کے بعد کلکتہ، دہلی، بمبئی، کان پور اور مدراس سے تقریباً ۲۴ ایڈیشن چھپ چکے ہیں)۔ یہ نسخہ خوشخط نستعلیق میں مترجم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور بہتر حالت میں ہے۔

(۱۹)

انتخاب سلطانیہ

مصنف: خلیل علی خاں اشک (منشی فریق ہندی، فورٹ ولیم کالج، کلکتہ)

اوراق: ۱۵۳ مسطر: ۹ سطری سائز: ۲/۱-۷x ۵ انچ

خط: نستعلیق بخط مصنف مرقومہ: تاریخ نامعلوم

اُردو ادب کے مؤرخین نے اشک کی جن تصانیف کا ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں: (۱) قصہ امیر حمزہ (دو جلدیں) (۲) رسالہ کائنات در فن حکمت (۳) قصہ رضوان شاہ (جو نگار خانہ چین کے نام سے مشہور ہے۔) (۴) واقعات اکبر (ترجمہ اکبر نامہ) لیکن انتخاب سلطانیہ اشک کی نادر الوجود تصنیف ہے جس کا کہیں بھی ذکر نہیں ملتا۔ اس کتاب میں انھوں نے دہلی کے مسلمان بادشاہوں کے حالات، شہر دہلی کے آباد ہونے سے لیکر شاہ عالم بادشاہ تک کی تاریخ فورٹ ولیم کالج کے کسی عہدہ دار کی فرمائش پر لکھی تھی۔ جس کا ذکر دیباچہ میں کیا ہے۔

''چنانچہ صاحب عالی مقدار کی فرمائش تھی کہ ابتدائے بنیاد دلّی سے سن حال تک شاہ عالم کے شہر مذکور میں کتنے بادشاہ ہوئے اس احوال کو لکھو۔ سو احقر نے یہ کتاب لکھی اور نام اس کا ''انتخاب سلطانیہ'' رکھا۔''

''حمد اس گیتی ستانِ بلندی و پستی کی کہ جس نے اب چتر افلاک جواہر نگار........الخ''

پہلے دس ورق تمہید (دیباچہ) پر مشتمل ہیں جس میں مصنف نے اپنے ادبی کارناموں کا ذکر کیا ہے اور اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں کہ وہ کس طرح فورٹ ولیم کالج میں بحیثیت منشی ملازم ہوا۔ مصنف دہلی میں پیدا ہوا اور بچپن ہی میں فیض آباد آ گیا۔ جہاں ایک ادبی ماحول

میں تربیت پائی۔ کچھ عرصہ مرزا جواں بخت جہاں دار شاہ کی ملازمت میں رہا۔ ۱۲۰۹ھ میں بنگال آیا اور ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۱ء میں کلکتہ پہونچا۔ مرزا کاظم علی جواںؔ نے اُسے ڈاکٹر گلکرسٹ سے متعارف کرایا۔ جنھوں نے اسے فورٹ ولیم کالج میں ملازم رکھ لیا۔

اصل کتاب ورق ۱۱ پر ''عرض مطلب'' کے عنوان سے شروع ہوتی ہے۔ ۴۸ ابواب /جلوس پر منقسم ہے۔ پہلا باب/جلوس شہاب الدین غوری کے حالات پر حاوی ہے اور آخری یعنی ۴۸ واں باب/ جلوس شاہ عالم پر ختم ہو جاتا ہے جو مختصر مگر نہایت جامع ہے۔

(۲۰)

اقبال نامہ

مترجم: سید بخشش علی فیض آبادی (منشی دوم تفریق ہندی، فورٹ ولیم کالج، کلکتہ)

اوراق: ۴۰۱ مسطر: ۱۳سطری سائز: ۸-۱/۲ x ۵-۱/۲ انچ

خط: معمولی نستعلیق بخط مترجم مرقومہ: تاریخ نا معلوم

ہندوستان کی مشہور تاریخ سیر المتاخرین (فارسی) مصنفہ سید غلام حسین بن سید ہدایت علی خاں حسینی طباطبائی کے دوسری جلد کے اس حصہ کا تالیف کی حد تک آزاد ترجمہ[۱۴] ہے جو تاریخ بنگال سے متعلق ہے اور عہدِ سراج الدولہ سے میر جعفر وغیرہ کے حالات پر مشتمل ہے [۱۵]۔

سرورق پر کسی نے بطور یاد داشت حسب ذیل عبارت لکھی ہے:-

> ''اقبال نامہ ترجمہ سیر المتاخرین تالیف بخشش علی صاحب منشی دوم فریق ہندی گذرانیدہ میر صاحب موصوف۔ تاریخ مئی ۳۰ سی ام اپریل ۱۸۲۵ء در کتب خانہ سرکار داخل شد۔''

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے یہ نسخہ خود مؤلف/مترجم کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ اور اپریل ۱۸۲۵ء سے قبل مکمل ہو گیا تھا۔

> ''حمد بے غایت کا سزاوار وہی خالق ہے جس نے فرش زمین کو آرام گاہ مخلوق بنایا......'الخ''

کچھ حصہ جس کا تعلق بنگال کی تاریخ (عہدِ سراج الدولہ) سے نہیں ہے۔ اسے مترجم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ تاریخ تصنیف درج نہیں ہے۔ اور نہ مصنف کے حالات کا کہیں پتہ چلتا ہے۔

جہانگیر شاہی

مترجم: مظہر علی خاں ولاؔ (منشی فریق ہندی، فورٹ ولیم کالج، کلکتہ)

اوراق: ۳۹۳ مسطر: ۱۳ سطری سائز: ۲/۱-۱۰ x ۲/۱-۷ انچ

خط: رواں نستعلیق بخط مترجم مرقومہ: ۱۸۰۹ء

اقبال نامہ جہانگیری (فارسی) مصنفہ محمد شریف معتمد خاں۔ (۳ جلد) شہنشاہ اکبر اور شہنشاہ جہانگیر کے عہد کی مکمل تاریخ ہے جو ۱۶۳۹ء میں تصنیف ہوئی۔

جلد اول:۔ اکبر کے اسلاف کے حالات۔

جلد دوم:۔ عہدِ اکبری (از تخت نشینی تا وفات)

جلد سوم:۔ عہدِ جہانگیری (از تخت نشینی تا وفات)

جہانگیر شاہی جلد سوم کا مکمل ترجمہ ہے۔ جو عہدِ جہانگیری سے متعلق ہے۔ ولاؔ کا اصل نام مرزا لطف علی ہے لیکن ادبی دنیا میں مظہر علی خاں کے نام سے مشہور ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کے کثیر التصانیف منشیوں میں سے ہیں۔ یعنی:۔

(۱) ترجمہ پندنامہ (کریما) از شیخ سعدی (مطبوعہ ۱۸۰۳ء)

(۲) ہفت گلشن از ناصر علی خان واسطی بلگرامی (۱۸۰۱ء)

(۳) قصہ مادھونل (برج بھاشا سے ترجمہ) (۱۸۰۱ء)

(۴) بیتال پچیسی۔ برج بھاشا سے باشتراک للولال کوی (۱۸۰۳ء)

(۵) اتالیق ہندی۔ باشتراک چند منشیانِ فورٹ ولیم کالج (۱۸۰۳ء)

(۶) تاریخ شیر شاہی (فارسی) از عباس خاں بن شیخ علی شروانی (۱۸۰۵ء)

(۷) اُردو دیوان (مشتمل بر ۳۰۵ صفحات) اور

(۸) لطائف وظرائف (فارسی سے ترجمہ)

ولاؔ دہلی میں پیدا ہوئے (تاریخ پیدائش نا معلوم)۔ مرزا جان طپشؔ اور مصحفیؔ کے شاگرد تھے۔ شیفتہؔ نے ''گلشنِ بے خار'' میں انھیں ممنونؔ دہلوی کا شاگرد بھی لکھا ہے۔

ولاؔ کے والد کا نام سلیمان علی خاں ہے جو محمد زماں ودادؔ کے نام سے مشہور تھے۔ جو بادشاہ محمد شاہ کے دربار میں ملازم تھے۔ اس کے بعد نواب عزت الدولہ صولت جنگ موسوی خاں کے دامنِ دولت سے وابستہ ہوگئے۔ دیباچہ میں ولاؔ نے لکھا ہے کہ ودادؔ اُردو فارسی کے بڑے شاعر تھے اور مرزا رفیع سوداؔ اُن کے شاگرد تھے۔ اپنے والد کے متعلق لکھتے ہیں کہ:-

> ''فن اشعار فارسی و ہندی ومحاورہ دانی زبانِ اُردو و فارسی میں مہارتِ کلی تھی۔ چنانچہ مفتخر الشعراء مرزا محمد رفیع سوداؔ اور میاں خاکسارؔ خادم قدم شریف نے سرمایہ ریختہ گوئی کا اسی جناب کی شاگردی سے حاصل کیا اور مرزا محمد علی موجد نے اشعار فارسی کی طرز اس کی فیض صحبت سے حاصل کی۔ اور اس جناب کے اشعار فارسی کا کلیات عالمگیر ثانی کے عصر میں جب احمد شاہ درانی دوبارہ شاہجہاں آباد میں آیا لٹ گیا۔ کتنے ایک اشعار یاد ہیں۔ اُن میں سے کچھ لکھنے میں آتے ہیں.....''

اپنے والد کی وفات (۱۵ / جمادی الاول ۱۱۸۱ھ) کے بعد ولاؔ نواب نجف قلی خاں مظفر جنگ کی سرکار میں ملازم ہوگئے۔ وہاں سے شہزادہ جہاندار شاہ (مرزا جواں بخت) کے سایۂ عاطفت میں منتقل ہوگئے۔ جب شہزادہ بنارس چلے گئے تو ولاؔ نواب آصف الدولہ کے دربار سے وابستہ ہوگئے۔ جہاں وہ ۱۸۰۰ء تک رہے۔

جب فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد لارڈ ولزلی نے لکھنؤ کے ادیبوں اور شاعروں کو کالج میں ملازمت کی دعوت دی تو ۱۸۰۰ء کے شروع میں ولاؔ بخشی الملک فخر الدین احمد خاں المعروف بہ مرزا جعفر ابن محسن زماں خاں کی وساطت سے مسٹر اسکاٹ سے رابطہ قائم کیا اور فورٹ ولیم کالج میں ملازم ہو کر جیسا کہ انھوں نے دیباچہ میں لکھا ہے ۱۰/ مارچ ۱۸۰۰ء کو کلکتہ پہونچے اور ڈاکٹر گلکرسٹ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ولاؔ نے مندرجہ بالا کتابوں میں سے بیشتر ڈاکٹر گلکرسٹ کی فرمائش اور ایما سے لکھی تھیں۔ ڈاکٹر گلکرسٹ کے ولایت واپس جانے کے بعد ڈاکٹر ڈبلو ہنٹر کے عہد سربراہی میں ولاؔ نے ۱۸۰۹ء میں ''اقبال نامہ'' کا ترجمہ ''جہانگیر شاہی'' کے نام سے مکمل کیا۔ زیرِ نظر نسخہ خود ولاؔ کے ہاتھ کا قلمی ہے۔ اور فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ سے یہاں منتقل ہوا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر ترجمہ ڈبلو ہنٹر کے عہد سربراہی میں شروع ہوا اور کپتان ٹیلر کے زمانہ میں لارڈ منٹو کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

شروع کے ۱۱ اوراق دیباچہ پر مشتمل ہیں جس میں نثر و نظم میں اپنے مربی لارڈ منٹو کی مدح کی ہے اور مختصراً اپنے حالات لکھے ہیں۔ اور ساتھ ہی اپنے دادا نواب آقا محمد حسین اصفہانی جو علی قلی خاں کے نام سے مشہور تھے کے حالات اور ان کے فارسی کلام کا اقتباس نقل کیا ہے۔

''جمیع حمد اس شہنشاہ معظم کو سزاوار ہے جو سب سے برتر و بہتر ہے اور جس نے کُن کے کہنے میں کون و مکان کو پیدا کیا اور اس ذرہ بے مقدار کو گویا۔ اور اگر ہر موئے تن اس کا زبانِ گویا رکھتا ہو تو یہ تیرا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ مثنوی.....' الخ''

دیباچہ ورق ۱۲ سے شروع ہوتا ہے:-

''مقدمہ۔ وہ بلند اقبال لائق تختِ بادشاہی و فرمانروائی کے ہوسکتا ہے۔ اس کو تاجِ شہنشاہی کا زیب دیتا ہے کہ جس کی مراد کا نہال جوئبار رحمت باری سے سرسبز و شاداب ہووے.....' الخ''

کتابت خود مترجم نے رواں نستعلیق میں کی ہے۔ مختلف روشنائیاں اور قلم استعمال کیے گئے ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔

''احسان اس خدائے عزوجل کا کہ جس کی عنایت کامل اور افضالِ شامل سے جمادی الثانی کی ساتویں تاریخ مطابق اکیسویں جولائی ۱۸۰۹ء جمعے کے روز جہانگیر شاہی اتمام و انصرام کو پہنچی اور اس کی تاریخ بھی اس طرح لکھنے میں آئی:

اتمام کو جب پہونچا یہ ترجمہ تب وہیں | تاریخ کی خوش ہو کر کی فکر وؔلا ہی نے
یوں روئے ہدایت سے ہاتف نے کہا مجکو | تاریخِ جہانگیری ہے سالِ مسیحی سے''

وؔلا نے لکھا ہے کہ ترجمہ کر کے جب میں نے مرزا کاظم علی جوان ۱۶ کو دکھایا تو انھوں نے فی الفور یہ قطعہ تاریخ تصنیف فرمایا۔

جہانگیر کا ہے جو اقبال نامہ | باردُو زباں ترجمہ دل کو مرغوب
کیا لفظ لفظ اے جواںؔ جب وؔلا نے | ہوئی طبع کو میری تاریخ مطلوب
سن عیسوی میں زباں سے یہ نکلا | ہوا اے وؔلا ترجمہ سے کیا خوب

شہنامۂ ہندی

مصنف: (فارسی نظم) فردوسی (شاہنامہ)

مترجم: (اُردو نثر) سید نثار علی ترمذی نانوتوی

اوراق:۳۸۱ مسطر:۱۵سطری سائز: ۱۲-۱/۴ x ۹ انچ

خط: خوشخط نستعلیق بقلم مترجم مرقومہ: ندارد

شاہنامہ ہندی بظاہر فردوسؔی کے شاہنامہ کے خلاصہ کا منثور ترجمہ ہے۔ لیکن درحقیقت یہ تاریخ شمشیر خانی ۱؎ (فارسی) کو سامنے رکھ کر اس کے خلاصہ کو اُردو نثر میں منتقل کیا گیا ہے۔

تاریخ شمشیر خانی کے مصنف توکلؔ بیگ ابن تلق بیگ الحسینی ہیں جنھوں نے فردوسی کے شاہنامہ کو مختصر کر کے سال ۲۶ جلوس شاہجہانی ۱۰۹۳ھ/۱۶۵۳ء میں شہزادہ داراشکوہ کی گورنری کابل کے زمانہ میں، اس کے ایک افسر شمشیر خاں کی فرمائش پر بمقام کابل تصنیف کیا تھا۔ توکل بیگ کی یہ تاریخ کئی ناموں سے مشہور ہے۔ مثلاً ''خلاصہ شاہنامہ''، ''تاریخ دلکشا'' اور ''منتخب شاہنامہ''۔ تاریخ شمشیر خانی، کیومرس سے اردشیر کے عہد کی تاریخ ہے۔

سید نثار علی ترمذی (ساکن قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور) نے اپنے دیباچہ میں اپنے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ وہ چودہ سال تک نواب سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خاں کی سرکار سے وابستہ رہے۔ نواب سرفراز الدولہ بعہد نواب آصف الدولہ نائب صوبہ کے عہدے پر فائز تھے۔ اس کے بعد وہ کلکتہ آئے اور کچھ عرصہ الیگزانڈر گالوے کے ملازم ہوگئے۔ پھر کپتان ولیم اسٹرک کی جو لفٹننٹ جنرل جارج ہیوٹ کے میر منشی تھے ملازمت اختیار کی۔ کپتان ولیم کے انتقال (۱۰راگست ۱۸۱۰ء) کے بعد چیناپٹم (مدراس) چلے گئے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد کلکتہ واپس آکر کپتان ولیم کے جانشین کپتان جیمس تھارن کی ملازمت اختیار کرلی۔ اور کونسل کے حکم سے شہنامۂ ہندی تصنیف کی۔

ابتدائی دو ورق دیباچہ پر مشتمل ہیں جس میں مصنف نے اپنے حالات وغیرہ لکھے ہیں۔ روایتی حمد و نعت کے بعد کتاب کا آغاز ورق تین سے ہوتا ہے:۔

> ''تعریف بے نہایت اور توصیف بے حد خاص اس ذات واجب الوجود کو سزاوار ہے..... الخ''

عنوانات سرخ روشنائی سے تحریر کیے گئے ہیں۔ فردوسی کی مشہور ہجو/ (محمود غزنوی) کا منظوم ترجمہ بھی ورق ۳۸۱ پر درج ہے۔

کتاب قطعہ تاریخ ۱۲۲۶ھ اور ۱۸۱۱ء پر ختم ہوتی ہے۔ تاریخ کتابت بھی ۱۸۱۱ء بقلم مترجم درج ہے۔ اس کتاب کا کہیں دوسری جگہ ذکر نہیں ملتا۔

(۲۳)

تاریخِ نادری

مصنف: (فارسی) محمد مہدی ابن محمد نصیر استر آبادی

مترجم: (اُردو) سید حیدر بخش حیدری (منشی تفریق ہندی فورٹ ولیم کالج، کلکتہ)

اوراق: ۳۷۰ مسطر: ندارد سائز: ندارد

خط: خوش خط نستعلیق بخط مترجم مرقومہ: ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۷ء

تاریخ نادر شاہ افشار (۱۱۴۸ھ - ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۳۶ء - ۱۷۴۷ء) کے خروج سے وفات تک نادر شاہ کے مقرب محمد مہدی ابن محمد نصیر استر آبادی نے فارسی زبان میں تصنیف کی تھی۔ اس کا تاریخی نام ''تاریخ جہانکشائے نادری'' ہے۔

حیدری [۱۸] نے اس فارسی تاریخ کا ترجمہ ''تاریخ نادری'' کے نام سے ڈبلو ہنٹر کے ایما پر ۱۸۰۷ء میں کیا۔ اور اُسے ڈاکٹر ڈبلو ہنٹر کے نام معنون کیا تھا۔

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے شروع میں ۱۱ اوراق کی فہرست مضامین دی گئی ہے اور اختتام پر اسماء و مطالب کا اشاریہ شامل کیا گیا ہے۔

حسبِ روایت مترجم کے حالات زندگی اور مربی کی مدح کے بعد ورق ۳ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

''ترجمہ ''تاریخ نادری کا۔ رموز آگاہی کے جاننے والوں۔ حکمت الٰہی کے دقیقہ دریافت کرنے ہاروں پر ظاہر و عیاں ہے.....' الخ''

قرآنی آیات اور عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ آخر میں ایک اختتامیہ مثنوی ہے۔ کتاب خود حیدری کے ہاتھ کی لکھی ہے۔ اور اس کا کوئی دوسرا نسخہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا۔ مولوی حامد حسن قادری نے اسے نایاب لکھا ہے۔

چھ اشعار کا ایک قطعہ تاریخ تصنیف پر جو رائے کھیم نارائن کی تصنیف ہے کتاب ختم ہوتی ہے۔ وھوا ہذیٰ۔

تاریخ نادری سے عدد ناز کے نکال
ہے سال اس کتاب کا تاریخ نادری

(۲۴)

ترجمہ بلوند نامہ

مصنف: (فارسی) مولوی خیر الدین محمد جونپوری

مترجم: (اُردو) شیو بھیکن لال بالا پوری

اوراق: ۱۷۵ مسطر: ۱۲سطری سائز: ۱۲ x ۱/۲-۷ انچ

خط: معمولی نستعلیق مرقومہ: غالباً ۱۸۷۰ء

بلوند نامہ ایک غیر مطبوعہ فارسی تاریخ کا ترجمہ ہے جس میں بنارس کے راجاؤں کے حالات درج ہیں۔ فارسی تاریخ کے مصنف مولوی خیر الدین محمد جونپوری ہیں جو انھوں نے سر جان شو گورنر کی فرمائش پر تصنیف کیا تھا۔ فارسی مصنف کا ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء میں انتقال ہوا۔ ۱۹ مولوی خیر الدین کی چند اور بھی تصانیف ہیں۔ ۲۰

بلوند نامہ کے متعدد نسخے ''تحفۂ تازہ'' کے نام سے بہت سے کتب خانوں ۲۱ میں پائے جاتے ہیں۔

بحوالہ دیباچہ اُردو ترجمہ شیو بھیکن لال ولد لالہ رام بھروسے لال ساکن موضع بالا پور ضلع غازی پور نے کیا جو ولیم اولڈ ھام کلکٹر غازی پور (۱۸۷۰ء) کے پیشکار تھے۔ یہ ترجمہ اولڈھام کی فرمائش پر کیا گیا تھا۔

اصل فارسی کتاب کے متعلق بیان کیا گیا ہے دو جلدوں میں پانچ ابواب پر مشتمل ہے جن میں سے جلد اول کے پہلے تین ابواب کا ترجمہ اُردو میں کیا گیا ہے:-

باب اول...... راجہ منسا رام اور اس کے اعزا

باب دوم...... راجہ بہادر رام سنگھ (۱۷۴۹ء سے ۱۷۷۱ء تک)

باب سوم...... راجہ چیت سنگھ (۱۷۷۱ء سے ۱۷۸۱ء تک)

شکر اس خداوند کا کہ بیچ محل ذات اس کی...... و اُوپر صفات اس کی درج
معانی کا بازار......"

یہ مخطوطہ ولیم اولڈھام (کلکٹر غازی پور) نے ۲۹رمئی ۱۸۷۰ء کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کو تحفتہً پیش کیا۔ سرورق پر معطی کے دستخط ثبت ہیں۔ آخر میں کاتب کا نام بھی لکھا ہے جو پڑھا نہیں جاتا۔

(۲۵)

تاریخ شیر شاہی

مصنف: (فارسی) عباس خاں بن شیخ علی شروانی

مترجم: (اُردو) مظہر علی خاں ولاؔ (منشی فریق ہندی، فورٹ ولیم کالج، کلکتہ)

اوراق: ۱۶۶ مسطر: ۱۳سطری سائز: ۱۱ x ۸ انچ

خط: خوبصورت نستعلیق مرقومہ: ۱۸۰۵ء

تاریخ شیر شاہی (فارسی) مصنفہ عباس بن شیر علی شروانی سلطان شیر شاہ سوری (۱۵۳۹ء۔ ۱۵۴۵ء) کے دورِ حکومت کی تاریخ ہے۔ اس کتاب کا اصل نام تحفہ اکبر شاہی ہے جو شہنشاہ اکبر کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔

اس کا اُردو ترجمہ ۲۲ مظہر علی خاں ولاؔ نے جو فورٹ ولیم کالج کے منشیوں میں شامل تھے۔ کپتان جیمس مونٹ کے حکم سے کیا تھا۔ بروز جمعہ ۲ر اگست ۱۸۰۵ء کو مکمل ہوا۔ اور ہندوستان کے گورنر جنرل مارکوئس ولزلی اور ماکوئس کارنوالس کے نام معنون ہے۔

"شکر ہے اس شہنشاہ برتر کا وہ واجب الوجود ہے.....؛ الخ"

ترجمہ لفظی مگر رواں ہے۔ جو اقتباس ذیل سے واضح ہوتا ہے:

"......جب برادر شیر خاں کے پاس گیا اس نے یہ قسمیہ عہد و پیمان کیا کہ لاؤ ملکہ اور تم تینوں بھائیوں کے ساتھ کسی نوع کی مخالفت نہ کروں گا۔ اور مہمانداری کی رسم بخوبی بجا لایا۔ کوئی فرد گذاشت نہ کی اور اس کے آنے سے نہایت خوش ہوا......"

تاریخ اختتام ترجمہ و کتابت ۲راگست ۱۸۰۵ء ہے اور مترجم کے قلم کی تحریر ہے۔ حاشیہ پر اکثر صفحات پر انگریزی میں نوٹ تحریر ہیں جو اس نسخہ کے اصل ہونے کی دلیل ہے۔

دہ مجلس

مصنف: (فارسی) حسین واعظ کاشفی

مترجم: (اُردو) محمد بخش (برائے فورٹ ولیم کالج، کلکتہ)

اوراق: ۸۵ مسطر: ۱۳سطری سائز: ۱۰-۳/۴ x ۷-۱/۲ انچ

خط: معمولی نستعلیق بخط مظہر علی خاں ولاؔ

مرقومہ: تاریخ نامعلوم (تصنیف ۱۲۱۹ھ) نسخہ اصل غیر مطبوعہ

ملا حسین واعظ کاشفی کی روضتہ الشہدا کا ترجمہ محمد بخش نے اُردو نثر میں ۱۲۱۸ھ میں شروع کیا تھا۔ ڈاکٹر گلکرسٹ کے حکم سے منشی مظہر علی خاں ولاؔ نے نظر ثانی کی اور ۱۸۰۴ء میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے سبکدوش ہونے کے بعد اُن کے جانشین کپتان مونٹ کے عہد میں ۱۲۱۹ھ میں ولاؔ نے اسے مکمل کیا اور ایک قطعہ تاریخ بھی لکھ کر شامل کیا۔۔

تاریخ کی تھی فکر کہ ہاتف نے یوں کہا
غم خانہ امام یہ تاریخ اس کی ہے

اور ولاؔ ہی نے اس پر دیباچہ کا اضافہ کیا ہے۔ حمد و نعت کے بعد لارڈ ولزلی گورنر جنرل کی مدح ہے۔ مترجم محمد بخش نے فارسی اصل میں جہاں جہاں اشعار آئے تھے ان کا ترجمہ اُردو نثر ہی میں کیا تھا۔ لیکن ولاؔ نے اشعار کا ترجمہ اُردو اشعار ہی میں کیا ہے۔

آغاز دیباچہ ولا:

''درد تیرا میرے دل کی ہے دوا رنج ہے، شادی و راحت ہے ملا
جو فنا فی اللہ ہیں جانے ہیں وہ ہے فنا عینِ بقا عینِ بقا
الٰہی میں شہادت گاہ عشق میں ثابت رہوں جوجو جفائیں جان پر
ہوویں.....الخ''

ترجمہ کتاب ورق ۴-۱ سے شروع ہوتا ہے:۔

روایت کرنے والے اخبار پر الم اور نقل کرنے والے حکایات درد و غم کے
اسطرح.....الخ''

ترجمہ ۲۳ بھی مطابق اصل دس مجلسوں (یعنی ابواب) پر منقسم ہے۔ عنوانات کی جگھیں

خالی چھوڑ دی گئی ہیں۔ شاید سرخ روشنائی سے لکھنے کا ارادہ ہو جو پورا نہ ہو سکا:۔
(۱) محمدؐ۔ ورق۔ ۴۔ ا (۲) فاطمہؓ۔ ورق۔ ۱۲ (۳) علیؑ۔ ورق۔ ۲۰ب
(۴) حسنؓ۔ ورق۔ ۲۹۔ ا (۵) مسلم بن عقیل۔ ورق۔۳۶۔ ا (۶) فرزندان مسلم۔ ورق۔ ۴۴۔ا (۷) حُر بن یزید۔ ورق۔ ۵۲۔ب (۸) قاسم۔ ورق۔ ۶۰۔ا (۹) عباس و علی اکبر۔ ورق۔ ۶۷و۷۳ (۱۰) علی اصغر و حسینؓ۔ اوراق۔ ۸۰۔ا، ۸۲ب

ترجمہ کی کتاب ولاؔ کے قلم کی معلوم ہوتی ہے جو نظر ثانی کے وقت لکھا لیکن کتابت کی تاریخ درج نہیں ہے۔ معمولی نستعلیق میں تحریر کیا گیا ہے۔ مخطوطہ فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ کی ملکیت رہ چکا ہے۔

(۲۷)

تاریخِ آشام

مصنف: (فارسی) احمد بن محمد ولی المعروف بہ شہاب الدین طالشؔ

مترجم: (اُردو) میر بہادر علی حسینی، (میر منشی، فورٹ ولیم کالج، کلکتہ)

اوراق: ۱۳۹ مسطر: ۱۷ سطری سائز: ۴/۳-۱۰ x ۴/۳-۷ انچ

خط: معمولی نستعلیق، بخط مترجم، مرقومہ: ۱۸۰۵ء (نایاب واحد نسخہ غیر مطبوعہ)

شہاب الدین طالشؔ (احمد بن محمد ولی) نے ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۳ء میں شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے سپہ سالار میر جملہؔ (خانِ خاناں محمد سعید اردستانی) کی مہمات آسام و کوچ بہار (۷۳-۱۰۷۲ھ/۶۳-۱۶۶۲ء) تاریخ آسام کے نام سے تصنیف کی تھی۔ یہ کتاب کئی اور ناموں سے بھی مشہور ہے مثلاً تاریخ ملک آسام، فتحیۂ عبریہ، فتحیہ عبرتیہ اور عجیبۃ غریبہ [۲۴]۔

میر بہادر علی حسینی، میر منشی فریق ہندی فورٹ ولیم کالج کلکتہ نے کول بروک کے ایما سے ۱۸۰۵ء میں تاریخ آسام کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ [۲۵] کیا تھا۔ ترجمہ کی زبان عام روش سے ہٹ کر ہندی آمیز ہے۔ دیباچہ ورق ا(ب) سے شروع ہوتا ہے۔

> ”خدا کی حمد اور رسول کی نعت کے پیچھے سید بہادر علی حسینی نے آشام کی تاریخ کا جو محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی سلطنت میں نواب عمدۃ الملک میر محمد سعید اردستانی کے رفیقِ دلی احمد شہاب الدین طالش نے لکھی تھی.....“

اصل کتاب کا ترجمہ ورق ۲ب سے شروع ہوتا ہے۔

''اب یہاں سے تاریخ مذکورہ کا سرنامہ شروع ہوا۔حمد کے انگنت کتک اس
بیچوں نرنکار کی مملکت کے دوار سیوک ہیں کہ جس نے شریعت و حقیقت کی
لڑائی نے دلیتھنب سور ساونتوں ......الخ''

بحوالہ منشی کریم الدین مصنف تذکرہ طبقات الشعراء ہند ۔حسینی کے والد کا نام سید عبداللہ کاظم ہے ۔دہلی میں مقیم تھے ۔حضرت شاہ عبدالقادرؒ کا اُردو ترجمہ قرآن مجید (۱۱۶۷ ھ،۱۲۳۰ھ) اُنھیں کے اہتمام سے سب سے پہلے دہلی میں چھپا۔حسینی کے تفصیلی حالات مفقود ہیں ۔انھوں نے علاوہ تاریخ آشام کے چند اور کتابیں بھی فورٹ ولیم کالج کے لیے لکھیں ان کی تالیفات کا سلسلہ ۱۸۰۲ئسے شروع ہوکر ۱۸۱۶ئمیں ختم ہوتا ہے۔

(۱)نثر بے نظیر (۱۸۰۲ء)۔(۲)اخلاق ہندی (۱۸۰۲ء)۔(۳)ترجمہ قرآن مجید (بشمولیت مولوی امانت اللہو غیرہ ۱۸۰۴ء)۔(۴)تاریخ آشام (۱۸۰۵ء)۔(۵)رسالہ گلکرسٹ کا خلاصہ (مطبوعہ ۱۸۱۶ء)

اس کے علاوہ ''قصہ لقمان'' کے ترجمہ میں بھی شریک تھے۔

منشی کریم الدین نے حسینی کو ''شاعرِ ذی قدر'' لکھا ہے۔حسینی تخلص کرتے تھے۔

مخطوطہ پر کتاب کی تاریخ نہیں دی گئی ۔مترجم کے قلم سے لکھا ہوا ہے ۔اور فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ کی ملکیت رہ چکا ہے[۲۶]۔

(۲۸)
واقعاتِ اکبر

مصنف: (فارسی) ابوالفضل علامی

مترجم: (اُردو) خلیل علی خاں اشکؔ (منشی فریق ہندی، فورٹ ولیم کالج، کلکتہ)

اوراق: ۴۸۱ مسطر: ۱۳سطری سائز: ۲/۱-۱۰ x ۲/۱-۷ انچ

خط: رواں نستعلیق بخطِ مترجم مرقومہ: ۱۸۰۹ء (نایاب واحد نسخہ غیر مطبوعہ)

واقعات اکبر کا یہ نایاب مخطوطہ ابوالفضل علامی کے مشہور اکبر نامہ (۳ جلد، مصنفہ ۱۵۹۶ء تا ۱۶۰۱ء) کی پہلی جلد کے پہلے حصہ کا خلیل علی خاں اشکؔ نے اُردو ترجمہ کیا ہے جو

اکبر اعظم کے آباو اجداد سے ہمایوں بادشاہ کی وفات (۱۵۵۶ء) تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کے ابتدائی باب میں اکبر اعظم کی پیدائش کے وقت از روئے نجوم ستاروں کی صورت حال سے بحث کی گئی ہے۔

اشک نے جب یہ ترجمہ شروع کیا تو کپتان ٹیلر فورٹ ولیم کالج کے سربراہ تھے اور ان کے جانشین ڈاکٹر ولیم ہنٹر کے دور ۱۸۰۹ء میں ختم کیا۔ شروع میں ۶ صفحات کا دیباچہ اوور اس کے بعد مقدمہ ہے جو ورق ۶ ا پر ختم ہوتا ہے۔

آغاز دیباچہ:

> ''حمد اس گیتی ستان بلندی و پستی کی جس نے ایسا چتر افلاک کا جواہر نگار سر پر شاہانِ جہاں کے رکھا اور اپنی ظلِ حمایت کا تاج اُنھیں دے کر.........نام اس کتاب کا واقعاتِ اکبر رکھا کیونکہ تاریخ اس کی یہی ہے لیکن دیباچہ کو اس کے موقوف کر کے ابتدائے پیدائش سے جلال الدین محمد اکبر شاہ کی لکھا اور بس کہ قیدِ ترجمہ کی بھی بہت نہی کی ہے لیکن محاورہ ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور بیشتر اصطلاحیں اس کی رکھی ہیں۔ چنانچہ امیر تیمور کو صاحبقران ....اور اصطلاحاتِ نجوم جو زائچہ میں ہیں ان کو بھی دیباچہ ہی میں بیان کیا............''

مقدمہ کے عنوان سے جیسا کہ دیباچہ میں بیان کیا گیا اصطلاحاتِ نجوم کی تشریحات درج کی گئی ہیں۔ اصل کتاب کا ترجمہ ورق ۶ ب سے شروع ہوا ہے۔

> ''ذکر طالع ہونے کا سعد اکبر کے یعنی ولادت با سعادت کا حضرت شاہنشاہی ظلِ الٰہی کے......''

جہاں جہاں فارسی اشعار آئے ہیں ان کا ترجمہ بھی اشک نے اُردو اشعار میں کر دیا ہے۔ یہ نسخہ بلا شبہ مترجم کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ اگر چہ ترقیمہ میں تاریخِ کتابت نہیں لکھی گئی ہے لیکن ۱۸۰۹ء ہی اس کی تاریخِ کتابت بھی ہے کہ جب ترجمہ مکمل ہوا تھا۔

مترجم کی دوسری کتابیں جو کتاب خانہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی میں موجود ہیں اور یقیناً فورٹ ولیم کالج سے یہاں منتقل کی گئی ہیں۔ حسبِ ذیل ہیں:۔

(۱) منتخب الفوائد (۱۸۱۰ء)

(۲) قصہ رضوان شاہ المعروف بہ نگار خانہ چین (۱۸۰۴ء)

مورخین نے اشکؔ کی صرف ایک کتاب ''داستانِ امیر حمزہ'' (۱۲۱۵ھ) پر تفصیلی بحث کی ہے اور ''واقعاتِ اکبر'' کی صرف نشان دہی کی ہے۔ صاحبِ ''اربابِ نثر اُردو'' نے دوسرے ایڈیشن (صفحہ ۲۳۱) میں اس کتاب کے متعلق لکھا ہے کہ؛

> ''اشکؔ کا دوسرا قابلِ قدر کارنامہ ''واقعاتِ اکبر'' ہے جو انھوں نے ۱۸۰۹ء میں کپتان ٹیلر کے ایما سے علامی ابوالفضل کی مشہور کتاب ''اکبر نامہ'' کا اُردو میں اس نام سے ترجمہ کیا تھا۔ یہ بدقسمتی سے شائع نہیں ہوا۔ یورپ کے بڑے بڑے کتب خانوں میں بھی اس کا کوئی نسخہ یا مسودہ موجود نہیں ہے......ہم نہیں کہہ سکتے کہ اشکؔ کا ترجمہ دست بُردِ زمانہ سے محفوظ ہے یا نہیں........''۔

اس کتاب کی نشاندہی کا مآخذ (معہ ۱۸۰۹ء تاریخ ترجمہ) کیا ہے اس کا ذکر نہیں کیا۔ بہر حال ''واقعاتِ اکبر'' (نہ کہ اکبر نامہ) کا مسودہ بخط مترجم زیرِ نظر ہے جو نایاب اور واحد نسخہ ہے۔ تمام مورخینِ ادبِ اُردو نے اشکؔ کے حالاتِ زندگی کے متعلق بھی افسوس کے ساتھ لاعلمی ظاہر کی ہے۔ جو ہم نے مخطوطہ ۱۹ کے تحت اسی سے اخذ کر کے درج کر دیے ہیں۔ مولوی عبدالحق نے (رسالہ اُردو نمبر ۱۵، صفحہ ۴۸۵) اور یحییٰ تنہا نے (سیر المصنفین، صفحہ ۱۳۶) اس ترجمہ کا ''واقعاتِ اکبری'' کے نام سے ذکر کیا ہے لیکن دونوں نے اشکؔ کا نام خلیل علی خاں کے بجائے ''خلیل اللہ خاں'' لکھا ہے جو غلط ہے۔ اشکؔ کی فوائد الفوائد اور قصہ رضوان شاہ کا کسی جگہ ذکر نہیں ملتا جن کی تفصیلات آگے آئیں گی۔

(۲۹)
ضرب الامثال

مؤلف/مصنف: نامعلوم

اوراق: ۶۴ مسطر: ۱۳ سطری سائز: ۱/۲-۱۰ x ۱/۲-۷ انچ

خط: معمولی نستعلیق مرقومہ: تاریخِ کتابت نامعلوم

عربی و فارسی ضرب الامثال کا مجموعہ معہ اُردو ترجمہ۔ مصنف اور مترجم کا نام نہیں ہے۔ اور نہ کسی اور ذریعہ سے معلوم ہوسکا۔

کتاب ۲ حصوں پر منقسم ہے (ورق ۱ سے ۳۱ ۱ تک) فارسی اور ورق ۳۱ سے ۶۴ تک عربی۔ضرب الامثال کو پہلے لفظ کی بنیاد پر باعتبار حروفِ تہجی مرتب کیا گیا ہے۔ اور اُردو ترجمہ کے نیچے مثالیں دے کر مطلب واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً

ضرب المثل:- آنچہ عیان است چہ حاجت بہ بیان۔

ترجمہ:- جو کہ ظاہر ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں

مثال:- کیا پہروں سے تکرار کر رہا ہے۔ بھائی مطلب تو صاف معلوم ہوتا ہے۔

آنکہ عیان است چہ حاجت بہ بیان......"

اول سے آخر تک اُردو ترجمہ سرخ روشنائی سے لکھا ہے۔ کتاب ورق ۶۴ ب پر پہونچکر یکا یک رُک جاتی ہے۔

آخری ضرب المثل یہ ہے۔

ضرب المثل:- ھل جزاء الاحسان الا لاحسان

ترجمہ:- "نہیں ہے جزا احسان کی مگر احسان۔"

(۳۰)

خوانِ نعمت

مترجم: سید حمید الدین بہاری

اوراق: ۹۰ مسطر: ۱۳ سطری سائز: ۱/۲-۱۰ x ۱/۲-۷ انچ

خط: معمولی نستعلیق (بخط مترجم)

مرقومہ: ۱۸۰۱ء اور ۱۸۰۴ء کے درمیان (اصل غیر مطبوعہ)

"خوانِ نعمت" بقول مترجم ایک فارسی کتاب "خوانِ الوان" ۲۷ کا اُردو ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ سید حمید الدین بہاری نے ڈاکٹر گلکرسٹ کے ایما سے کیا تھا۔ اصل کتاب ۲۴ ابواب پر مشتمل تھی۔

مترجم نے "باب" کی جگہ "خوان" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ انواع واقسام کے کھانوں کی تیاری کا طریقہ اور اجزاء کی تفصیل دی گئی ہے۔

خوان ۱۸(ورق ۹ ۷ ب) تک کھانوں کے نام پنسل سے لکھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد سرخ روشنائی استعمال کی گئی ہے۔ ترجمہ ورق ۹۰ ب پر پہونچ کر یکا یک رک جاتا ہے۔ فہرستِ مضامین (ورق ۲ ب) کی رو سے آخری باب مصطلحات کا ہے جو شامل نہیں ہے۔ آخری صفحہ پر صرف ''خوان ۲۴'' کا عنوان سرخ روشنائی سے لکھا ہے۔ کتاب نامکمل حالت میں ہے اور قرائن سے مترجم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ زبان سادہ اور عام فہم ہے۔

''کروروں شکر اور احسان اس خالق کے جس کے خوانِ احسان سے ہر ایک
خاص و عام کو لاکھوں طرح کی نعمتیں بے کھٹکے ......الخ''

ترقیمہ ندارد ہے۔ غالباً یہ نسخہ ۱۸۰۴ء سے قبل یعنی ڈاکٹر گلکرسٹ کے صدارت کالج سے سبکدوش ہونے سے پہلے ہی لکھا گیا ہوگا۔

(۳۱)
رسالہ راگ

مصنف: سورداس

اوراق: ۱۰۸ مسطر: ۱۷سطری سائز: ۹-۱/۴ x ۵-۱/۴ انچ

خط: نستعلیق معمولی مرقومہ: اندازاً آخر اٹھارویں صدی عیسوی

قدیم مشہور ہندی شاعر ۲۸؎ سورداس کے ہندی راگوں کا مجموعہ۔ کرشن اور رادھا کی منقبت میں۔ کسی نامعلوم کاتب نے خطِ نستعلیق میں لکھا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی سے تحریر کیے گئے ہیں۔

''بال ہنود بہانوتی لیارات پنبت من بھا کی ہو......''

(۳۲)
سورساگر

مصنف: سورداس

اوراق: ۳۷۸ مسطر: ۱۵سطری سائز: ۹-۱/۴ x ۵-۱/۲ انچ

خط: نستعلیق شکستہ آمیز مرقومہ: ۱۸۵۷سمت

قدیم مشہور ہندی شاعر سور داس کی مشہور تصنیف جسے کسی نا معلوم کاتب نے خط نستعلیق میں تحریر کیا ہے۔ کرشن رادھا کی شان میں راگوں پر مشتمل ہے۔

سور داس ہندی ادب میں ایک بلند مقام رکھتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ۷۵۰۰۰ اشعار تصنیف کیے تھے۔

۱۴۸۳ء میں پیدا ہوا۔ ۱۵۶۳ء میں بعمر ۸۰ سال وفات پائی۔ متھرا (یوپی۔ ہندوستان) میں تعلیم پائی۔ مشہور ہندو صوفی ولبھاچاری کا چیلا تھا۔ سورداس کا باپ بابا رام داس شہنشاہ اکبر کا درباری گویا تھا۔

بھاگوت پوران، سوراونی، ساہتیہ لہری، نل اور دمینتی وغیرہ اس کی مشہور تصانیف ہیں۔ اور قدیم ہندی کی مستند کتابوں میں شمار ہوتی ہیں۔

شری کرشن جیو سہانے۔ وسم اسکندہ سری بھاگوت آرنبہ پرنہم۔ پنجم ادیہائی۔
پوتھی سور ساگر۔ راگ بلاول۔ ہر ہر سمرن کرو۔ ہر چرن آربنداردہرد.....''

کاتب کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ۱۸۵۷ سمیت میں نقل کی گئی۔

(۳۳)

رسالہ دربیان معدنیات

مصنف: بابو شب چندرا

اوراق: ۳۵ مسطر: ۱۳ سطری سائز: ۷-۱/۲ x ۵-۱/۲ انچ

خط: شکستہ مرقومہ: ۲۱ دسمبر ۱۸۴۱ء

بابو شب چندرا کی اُردو تصنیف دربیان معدنیات کا خلاصہ ہے جیسا کہ ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اصل کتاب اعلیٰ ثانوی جماعت کی درسی کتاب ہے جو ۴۲ ابواب پر مشتمل ہے۔ کسی طالبعلم نے ہر باب کا خلاصہ کیا ہے۔ چند ابواب چھوڑ دیے ہیں۔ مثلاً باب ۲۰ سے ۲۲ تک اور ۳۹ سے ۴۲ تک۔ انگریزی اصطلاحات کو نستعلیق شکستہ آمیز ہی میں لکھا ہے۔

''سب اشیاء مفرد یا مرکب ہیں۔ مفرد مثلاً......''

کاتب کا نام، جو آگرہ کا رہنے والا ہے، پڑھا نہیں جاتا۔

(۳۴)

دیوانِ درد

مصنف: خواجہ میر درؔد ۲۹؎ دہلوی

اوراق: ۴۸ مسطر: ۱۳ سطری سائز: ۹ × ۲/۱-۵ انچ

خط: نستعلیق شکستہ آمیز مرقومہ: تاریخ کتابت نا معلوم

خواجہ میر درؔد کا اُردو دیوان ۳۰؎ جو ۱۴۹ غزلیات، ۳۸ رباعیات، ۲ مخمسات پر مشتمل ہے۔ جن کی ترتیب با اعتبار حروفِ تہجی کی گئی ہے۔

مقدور ہمیں کب تیری زلفوں کی رقم کا حقا کہ خدا وند ہے تو لوح و قلم کا
اس مسند عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے ....''

موجودہ مخطوطہ شکستہ آمیز نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ کاتب کا نام اور سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ کتب خانہ فورٹ ولیم کالج کی ملکیت رہ چکا ہے۔

اس شعر کے بعد یہ غزل شروع ہوتی ہے۔

ہوا ہے دل مرا مشتاق تجھ چشم شرابی کا خراباتی اوپر آیا ہے شاید دن خرابی کا

ورق ۱۰۵ اپر غزلوں کے اختتام کے بعد بازگشت کے عنوان سے چند اشعار ہیں۔

سب چمن کے گلرخاں کا توں ہے زیب اے گلبدن
گلبدن تجھ سا ندیکھا گرچہ دیکھا سب چمن

اس کے بعد مختلف اصنافِ سخن کی ترتیب حسبِ ذیل ہے:

مخمس، ترجیع بند، مستزاد، رباعیات، فردیات، جھولنا، واسوخت۔ ورق ۱۰۵ ب سے ۱۰۶ اب تک یہ مستزاد درج ہے۔ مطلع ہے۔

بیتاب کیا شوق نے مجھ دل کو بدن میں گل پیرہنا ں کا.....................وغیرہ

اس کے بعد مخمس ہیں۔

مطلب نہیں ہے ہم کوں حسیناں نعیم کا
کچھ خوف نہیں ہے ہم کو عزیزاں جحیم کا

ہوس دل میں سدا تیرے ہے سونے اور کھانے کا
پھرے اس فکر میں نس دن ہو اندھا بیل گھانے کا
ہمسر ہو ترے دعوے میں اڑ کون سکے گا
غواص ہو تجھ بحر میں پڑ کون سکے گا
اے بار من بھلا ہے کا
بیچ اس کے بہت جفا ہے گا
حضرت نبی کے نور سیں سب جہاں نورانی ہوا
روشن علی کی آل پر دل جاں قربانی ہوا
تجھ قد نے مجھ نگاہ کو عالی نظر کیا
تجھ مکھ نے شوق بدرکوں دل لے بدر کیا

ترجیع بند:

کہاں ہے عزیزاں وہ رشک پری کہ جس ماہ رو کا ہے دل مشتری

درمدح ندوۃ العارفین شاہ وجیہ الدین:

اے تو مقبول سرور عالم اے تو مہرست دختر عالم

رباعیات وفردیات کے بعد جھولنا کے عنوان سے شیخ سعدی کے مشہور نعتیہ رباعی کی تضمین ہے۔

گئے رات معراج کے عرش اُپر بلغ العلیٰ بکمالہ
کھلے پردے سب بھید کے سربسر کشف الدجیٰ بجمالہ
ہوئی حق کی اُن پر سو حُب کی نظر حسنت جمیع خصالہ
ہوا حکم حق کا محبّاں اُپر صلو علیہ وآلہ

مخطوطہ خط شکستہ میں کسی رحمت خان ساکن کرسی نے ایک طالبعلم مرزا اودرس محمد کے لیے ۴رجمادی الاول ۱۱۴۶ء کولکھ کر ختم کیا۔

یہ نسخہ ولی کی وفات (۱۱۴۳ھ) کے تین سال بعد کا لکھا ہوا ہے۔

(۳۵)

دیوانِ ولؔی

مصنف: ولی دکنی (ولی اللہ)

اوراق: ۱۱۵ مسطر: ۱۵سطری سائز: ۲-۱/۲ ×۷ ۲/۱-۴ انچ

خط: شکستہ مرقومہ: ۱۴/ جمادی الاول ۱۱۴۶ھ

(ولی کی وفات کے تین سال بعد لکھا گیا)

دیوانِ ولی کا یہ نسخہ نامکمل ہے۔ شروع کے ۱۲ صفحے غائب ہیں۔ صفحہ ۱۳ پر جناب علیؓ کے قصیدۂ منقبت کے اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

نشانہ گاہ کئے قابلاں کے دل کوں تمام
فلک کے قوس سوں چھوٹے بلا کے جو جو خدنگ

ابتداء میں تین قصائد ہیں۔ جن میں سے پہلا قصیدہ نامکمل ہے باقی دو مکمل ہیں:۔

قصیدہ نمبر ۱ میں ۴۶ اشعار ہیں ''درمدح حضرت شاہ وجیہ الدین نوراللہ مرقدہٗ'' مطلع ہے۔

ہوا ہے خلق اُپر پھر کہ فضلِ سبحانی
کہ کیا ہے ابر نے رحمت سیں گوہر افشانی

قصیدہ نمبر ۲ میں ۲۰ اشعار ہیں ''درمدح بیت الحرام''۔ مطلع ہے۔

کیا ہے غم مجھکوں اگر جگ میں نئیں مونس غم
آہ یو بس ہے مرے درد کوں دل کے مرہم

قصیدہ نمبر ۳ ''درتعریف گجرات'' ۱۳ شعر کا ہے۔ مطلع ہے۔

گجرات کے فراق کوں ہے خار خار دل بے تاب ہے سینے میں آتش بہار دل

مقطع ہے۔

لیکن ہزار شکر ولؔی حق کے فیض سوں پھر اس کے دیکھنے کا ہے امید وار دل

قصائد کے بعد دو مثنویاں ہیں۔ پہلی مثنوی ''درتوحید باری تعالیٰ'' ہے۔ جس میں ۳۱ اشعار ہیں (ورق ۴ ا-۵ ب) مطلع ہے۔

الٰہی دل اُپر دے عشق کا داغ یقیں کے تین میں سٹ کحل کا زاغ

دوسری مثنوی ''در تعریف شہر سورت'' ۱۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ مطلع ہے۔

عجب شہراں میں ہے اک شہر پُر نور بلا شک وہ ہے جگ میں ...مقدور؟ ۱۳۱
کہ ہے مشہور اس کا نام سورت کہ جاوے جس کے دیکھے سب کدورت

یہ مثنوی ورق ۵ (اصل ورق ۱۲ ب) پر یکا یک اس شعر پر رک جاتی ہے۔

اے بلبل پاک بینی سوں نظر کر کثافت کے نظر سوں بھی حذر کر

دیوان کا ورق ۱۳ غائب ہے۔ ورق ۱۴ ایک غزل کے اس آخری شعر سے شروع ہوتا ہے۔

ولی جننے نباندھا دلکوں اپنی نونہالاں سوں
نپایا پھل جہاں میں اوسنے ہر گز زندگانی کا

(۳۶)
دیوانِ ولی

مصنف: ولی دکنی

اوراق: ۱۱۲ مسطر: ۱۵ سطری سائز: ۲/۱-۹ x ۴/۱-۵ انچ

خط: شکستہ مرقومہ: شعبان ۵۱....ھ

دیوانِ ولی کا یہ نسخہ (۳۵) سے ترتیب میں مختلف ہے۔ اس کی ترتیب یہ ہے:۔

قصائد (ورق ۲ سے ۱۳ تک)، غزلیات (ورق ۱۳ سے ۹۷ تک)

مخمس، مسدس، رباعیات وغیرہ (ورق ۹۷ سے ۱۱۲ تک)

لی زباں پر توں اول اول نام پاک خدائے عزوجل

پہلی غزل کا مطلع۔

کیتا ہوں ترے نانو کو میں ورد زباں کا کیتا ہوں تری شکر کو عنوان بیاں کا

مقطع۔

کہتا ہے ولی دل ستی یو مصرع رنگیں ہے، بہتری مجھ کوں سبب راحت جاں کا

سرورق پر دو مہریں ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ہینری بارلو کی ملکیت تھا۔ حاشیہ سرخ روشنائی سے کھینچا گیا ہے۔ کاتب کا نام معلوم نہیں۔ تاریخِ کتابت مبہم ہے۔ شعبان ۵۱...ھ لکھا ہے۔ پہلے دو اعداد نہ ہونے کی وجہ سے تاریخ کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔

(۳۷)

دیوانِ ممنونؔ

مصنف: میر نظام الدین ممنونؔ

اوراق: ۸۴ مسطر: ۱۱سطری سائز: ۹-۱/۲ x ۶ انچ

خط: خوش خط نستعلیق مرقومہ: ۱۸۱۳ء

میر نظام ممنونؔ- دہلی کے رہنے والے- میر قمر الدین منت کے فرزند- ملکۂ شاعری ورثہ میں ملا تھا- جوان العمری ہی میں مرتبہ استادی کو پہونچ گئے تھے۔

اکبر شاہ ثانی کے دربار سے وابستہ تھے اور بقول اشپرنگر دربارِ شاہی سے فخر الشعراء کا خطاب عطا ہوا تھا۔ سلسلۂ نسب سید جلال بخاری سہروردی (اوچی) تک پہونچتا ہے۔

زیرِ نظر نسخہ مثنویات سے شروع ہوتا ہے جو اکبر شاہ ثانی اور ولی عہد بہادر کی مدح میں ہیں۔ ایک قصیدہ نواب امین الدولہ ابراہیم علی خاں خلیلؔ (مؤلف تذکرۂ گلزارِ ابراہیم) کی شان میں ہے۔ اس کے بعد ان کے والد میر قمر الدین منتؔ کا مرثیہ ہے۔ جن کا ۱۲۰۸ھ میں بمقام کلکتہ انتقال ہوا تھا۔ (ورق ۲۴)

آغاز (مثنوی)۔

سحر گہ کہ دل بال افشاں ہوا کئی دم میں طے وسع امکاں ہوا

غزلیات ورق ۲۵- ب سے شروع ہوتی ہیں۔ (ورق ۲۵-ا خالی ہے)۔ سرِ دیوان مطلع وحسنِ مطلع ہے۔

بندہ ہوں حُسنِ صورتِ عشقِ مجاز کا ہر آئینہ میں جلوہ ہے اس جلوہ ساز کا

از خویش رفتگی ہی پہ غم غش یہاں نہیں عزم کلیسیا و ارادہ حجاز کا

ورق ۷۹ب سے مخمس وغیرہ شروع ہو کر ورق ۸۴ پر ختم ہوتے ہیں۔

خوش خط نستعلیق میں (نامعلوم کاتب نے) ۱۸۱۳ء/ ۱۲۸۱ھ میں کتابت شدہ ہے۔[۳۲]

(۳۸)

دیوانِ حسنؔ

مصنف: میر حسنؔ، میر غلام حسن دہلوی

اوراق:۱۸۱ مسطر:۱۵سطری سائز: ۱۰ x ۶ انچ

خط:نستعلیق شکستہ آمیز مرقومہ: ۱۱۹۸ھ

مشہور اُردو مثنوی سحر البیان کے مصنف، صاحبِ تذکرہ شعراے اُردو میر حسنؔ دہلوی، نام میر غلام حسن، میر غلام حسین ضاحکؔ کے فرزند سلسلۂ نسب امامی ہروی سے ملتا ہے۔ دہلی میں پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں لکھنؤ چلے گئے۔ بقیہ عمر وہیں بسر کی ۱۲۰۱ھ ۳۳ میں وفات پائی۔ نواب سالار جنگ کی سرکار سے تاعمر وابستہ رہے۔ میر ضیا الدین ضیاؔ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ دیوانِ اُردو ۳۴ (جو جملہ اصنافِ سخن پر حاوی تقریباً آٹھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے) کے علاوہ حسبِ ذیل تصانیف ان سے یادگار ہیں:- (۱) تذکرۂ شعرائے اُردو(۱۱۸۸ھ تا ۱۱۹۲ھ) (۲) مثنوی رموز العارفین(۱۱۸۸ھ) (۳) مثنوی گلزارِ ارم (۱۱۹۲ھ) (۴) مثنوی سحر البیان(کتب خانہ حبیب گنج کی کلیات میں چھوٹی بڑی گیارہ مثنویاں ہیں ۳۵)

آغاز: غزلیات (ورق ۲ ا تا ۱۴۰ب)

رحمت کے ابر میں جو گہر تھا قدیم کا دے آب اونسے ہو یہاں آنسو یتیم کا
تھا نورِ احمدی ہی تجلّیِ طور میں باقی نہ جسسے ہوش رہا کچھ' کلیم کا

اس کے بعد مختلف اصنافِ سخن پر حاوی ہے:-

مخمس (ورق ۱۴۱ ا تا ۱۵۶ا)، رباعیات (ورق ۱۵۷ ا تا ۱۷۲ ب)

قطعات، فردیات (۱۷۳ ا تا ۱۷۴ ا)

چیستان درزبانِ ہندی (۱۷۴ ب تا ۱۸۰ب)

آخری صفحہ پر''خواجہ ابراہیم چشتی'' کا قطعہ تاریخِ وفات ہے جو (کسی شاعر) عشق نے فارسی میں لکھا ہے۔

(۳۹)

دیوانِ تجلّی

مصنف: تجلی

اوراق: ۲۱۳ مسطر: ۱۳ سطری سائز: ۹ x ۶ انچ

خط: معمولی نستعلیق

مرقومہ: تاریخ نا معلوم (غالباً ابتدائی انیسویں صدی عیسوی)

تجلّی کا عرف میاں حاجی تھا۔ دہلی کے رہنے والے میر محمد حسین کلیم [۳۶] کے فرزند اور میر تقی میؔر کے بھانجے تھے۔ سپاہی پیشہ تھے۔ علاوہ دیوان کے مثنوی لیلیٰ مجنوں بھی ان سے یادگار ہے۔ تاریخِ پیدائش اور وفات معلوم نہیں ۔زیرِ نظر مخطوطہ غزلیات (۱۱۸ ورق)، رباعیات (۱۱۹ ب تا ۱۲۸ ب)، مخمسات، ترجیع بند، مناقب، مراثی (۱۲۸ ب تا ۱۸۲ ا) پر مشتمل ہے۔ آخر میں تین مثنویاں درج ہیں (ورق ۱۸۲ ب تا آخر)۔ (۱) آتشِ عشق (۲) نالہ شوق (۳) اظہارِ عشق۔

مطلع دیوان۔

پڑھوں کب نامۂ اعمال جب لگ اس کے قامت کا

...... ، ...... ، [۳۷] بسم اللہ دیوان قیامت کا

علاوہ کاتب کے کسی شخص نے مطلع قلم زد کر کے اس کی جگہ یہ مطلع لکھ دیا ہے۔

پڑھوں کب ناز نامہ یار کے میں راست قامت کا

...... ، ...... جب لگ ایک مصرعہ دیوان قیامت کا

اسی غزل کے تیسرے اور بعد کی غزل کے چوتھے شعر پر بھی اصلاح درج ہے۔

غزلیات کی ردیف وار ترتیب حروفِ تہجی کے اعتبار سے کی گئی ہے۔

پہلی مثنوی ''آتشِ عشق'' کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

سن اے عاشق خریدار محبت

بلا گردانِ بازارِ محبت

''آتشِ عشق'' سے ۱۱۷۱ھ/ ۱۷۵۱ء تاریخِ تصنیف بھی نکلتی ہے۔ دوسری مثنوی ''نالۂ شوق'' کا پہلا شعر یہ ہے۔

اے صبا گر جائے تو گلزار کو　　یعنی کوئے یار گلرخسار کو

آخری شعر سے تاریخِ تصنیف نکلتی ہے۔

اسکی ہے تاریخ اے سخن　　مرحبا اے طوطی لشکر شکن

(۱۱۸۶ھ۔۱۷۶۶ء)

تیسری مثنوی ''اظہارِ عشق'' کا پہلا شعر ہے۔

سنا ہوئیگا اک تجلی جواں　　جگر تفتہ، دل رفتہ، آتش زباں

اور آخری شعر سے تاریخ نکالی ہے۔

جو تاریخ چاہی تو اے دلنواز　　یہ کہیو مجھے ہے غم جانگداز

(۱۲۰۴ھ۔۱۷۸۴ء)

تاریخِ کتابت معلوم نہیں۔ اٹھارویں صدی کے آخر یا انیسویں صدی کے اوائل کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔

(۴۰)

دیوانِ رند

مصنف:　　رند دہلوی

اوراق:۱۰۲　مسطر:۱۳سطری　سائز: ۹ x ۶ انچ

خط: نستعلیق شکستہ آمیز　مرقومہ: ۱۲۰۹ھ/۱۷۸۹ء

میر حمزہ علی متخلص بہ رند۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ عہدِ محمد شاہ میں دہلی سے ۳۸ بنگال منتقل ہوگئے۔ مرشد آباد میں قیام کیا (بحوالہ تذکرۂ شعرائے اُردو از میر حسن)۔ زیرِ نظر مخطوطہ کا سرِ دیوان مطلع یہ ہے۔

جز شکر قلم صفحہ پہ خلاقِ جہاں کا
چاہے جو کرے وصف تو منہ کب یہ زباں کا

پہنچے ہے خیال اسکے کوئی وصف تک اپنا وھاں دخل فرشہ کونہیں وہم و گماں کا

آخری چاراوراق (۹۸ ب تا ۱۰۲) رباعیات پر مشتمل ہیں۔

کاتب کا نام معلوم نہیں۔ شکستہ آمیز نستعلیق میں کسی کی فرمائش پر (نام پڑھا نہیں جاتا) کتابت ہوئی۔ جو ۲۰ رصفر ۱۲۰۶ھ/ ۱۷۸۹ء کو تکمیل کو پہنچی۔

(۴۱)

دیوانِ واقفؔ

مصنف: واقفؔ دہلوی

اوراق: ۱۰۲ مسطر: ۱۱سطری سائز: ۱۰x ۱/۲-۶ انچ

خط: حسین نستعلیق مرقومہ: ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۲ء

شاہ واقف المتخلص بہ واقفؔ دہلی کے رہنے والے درویش منش اور بلند پایہ صوفی تھے۔ بڑے عالم فاضل شخص تھے۔ منقبت گوئی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ ساتھ ہی اعلیٰ درجہ کے غزل گو بھی تھے۔ فیض آباد ۹۳ جا کر بس گئے تھے۔ عہد نواب شجاع الدولہ میں نقش نویسی کی تہمت میں ناحق گرفتار ہوئے تھے۔

زیرِ نظر مخطوطہ کے آخر میں درج ایک نظم ''فتح نامہ'' سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

کلام کی ترتیب اس طرح ہے۔

غزلیات، رباعیات (۹)۔ مخمس (۳)، مسدس (۱)، واسوخت (۱) اور فتح نامہ۔

صفحہ ۱۰۲ خالی ہے۔

مطلع دیوان۔

ہر ذرہ ہے آئینہ تری جلوہ گری کا ہے جرم تو اپنی ہی پریشاں نظری کا

نسخہ ہذا مطلا و مذہّب نسخہ ہے۔ عنوانات و جدولیں شنگرف و زبرجد رنگوں سے مزیّن کی گئی ہیں۔ بے حد خوش خط نستعلیق میں سرب سکھ رائے نے ۲۰ رشوال ۱۲۰۲ھ مطابق ۱۷۸۲ء کو کتابت مکمل کی۔ ترقیمہ بھی منقش و مطلا ہے۔

(۴۲)

دیوانِ مخلصؔ

مصنف: مخلصؔ مرشد آبادی

اوراق: ۶۵ مسطر: ۱۳سطری سائز: ۹x ۲/۱-۵ انچ

خط: نستعلیق شکستہ آمیز مرقومہ: ۱۲۱۶ھ/۱۷۹۶ء

مخلص علی خاں المعروف بہ میر باقر مرشد آبادی۔ نواب نوازش محمد خان شہامت جنگ کے ہمشیرہ زادہ تھے۔ عیش و کامرانی سے بسر کرتے تھے۔ ۱۲۰۷ھ/ ۱۷۸۷ء میں وفات پائی۔

موجودہ دیوان جملہ تمام اصنافِ سخن (حمد و نعت و منقبت و غزلیات، مخمسات وغیرہ) پر حاوی ہے۔

نعت کے اس مطلع سے دیوان کا آغاز ہوتا ہے۔

نعت کرنے کی زباں کو مرے قدرت ہے کہاں
جس کا ہے مداح و عاشق ہے خالق کون و مکاں

اس کے بعد حضرت امام حسینؓ کی منقبت ہے۔

جو کی فلک نے ہے یہ مجھ سیتے جفا کاری
بیان کرنے کا اسکے زباں کو نہیں یاری

ورق ۴ ب تا ۶۱ ب دیوانِ غزلیات ہے۔ مطلع دیوان ہے۔

ز بسم ابرو ہے رُخ عضوان کا
حسنِ معنی کیوں نہ مفتوں ہو مرے دیوان کا

ورق ۶۲ پر مخمس شروع ہوکر ورق ۶۵ پر ختم ہوتا ہے۔

کاٹے تھے اس امید پہ دن اور برس تمام
ہم کو ملے گا وقت شہادت کے جس تمام

خطِ نستعلیق شکستہ آمیز میں معین الدین طالبعلم بھاگل پور نے ۱۵ر ذالحجہ ۱۲۱۶ھ/ ۱۷۹۶ء کو کتابت ختم کی۔

(۴۳)

دیوانِ انشا

مصنف: انشا، میر انشاء اللہ خاں

اوراق: ۱۰۸ مسطر: ۱۵سطری سائز: ۸-۳/۴ x ۶ انچ

خط: نستعلیق شکستہ آمیز مرقومہ: تاریخ نامعلوم (غالباً انیسویں صدی اوائل)

مخطوطہ میں انشاء کی تقریباً تمام غزلیات شامل ہیں ۔ علاوہ ازیں مثنوی سحرِ ہلال (اوراق ۹۲- ۹۳)، (جو اہلی شیرازی کی فارسی مثنوی کے جواب میں لکھی گئی ہے)، ساقی نامہ (اوراق ۹۳- ۹۴)، ۲ قطعات تاریخِ وفات، ایک قصیدہ حضرت علیؑ کی منقبت میں (ورق ۹۵)، قصیدہ حمد (اوراق ۹۵- ۹۶)، ایک قصیدہ چہار صفر در جناب حضرات دوازدہ امام علیہم السلام، ایک اور قصیدہ بغیر عنوان، ایک قصیدہ وزیر الممالک نواب آصف الدولہ کی مدح میں، ایک قصیدہ در مدح سالگرہ سلیمان شکوہ۔

صنما برب کریم ہاں تیرے ہیں ہر ایک مبتلا
کہ الست بر بکم تو ابھی کہے تو کہیں بلا

غزلیات ردیف وار درج ہیں جو ورق ۹۱ ب پر ختم ہوتی ہیں۔ مثنوی سحرِ ہلال ورق ۹۲/ ا پر اس طرح شروع ہوتی ہے۔

حضرت حق ہی سے یہ ملحق ہے عشق
مرشد کامل غرض الحق ہے عشق

کاتب کا نام اور سنِ کتابت درج نہیں ہے۔

(۴۴)

دیوانِ مجرم

مصنف: مجرم، شیخ رحمت اللہ اکبر آبادی

اوراق: ۱۰۲ مسطر: ۱۵سطری سائز: ۹ x ۵ انچ

خط: معمولی نستعلیق مرقومہ: تاریخ نامعلوم (غالباً اوائل انیسویں صدی)

شیخ رحمت اللہ مجرمؔ اکبر آبادی۔ میر محمدی بیدارؔ کے شاگرد تھے۔ مخطوطہ غزلیات، رباعیات، قطعات، مخمس، ترجیع بند اور ایک ساقی نامہ پر مشتمل ہے۔[۴۱] شروع کے دو اوراق پر حضرت علیؓ کی منقبت درج ہے۔

تم ہو خدا کے واقفِ اسرار یا علی　　تم مصطفیٰ کے نائب و مختار یا علی

غزلیات ورق ۴ ب پر اس شعر سے شروع ہوتی ہیں۔

ہے فقط روشن نہ چہرہ اس سے مہر و ماہ کا　　جلوہ گر یاں نور ہر ذرہ میں ہے اللہ کا

(۴۵)

دیوانِ بقاؔ

مصنف:　　شیخ محمد بقاء اللہ بقاؔ

اوراق: ۲۸　مسطر: ۱۵ سطری　سائز: ۹ x ۶ انچ

خط: خوش خط نستعلیق　مرقومہ: تاریخ نامعلوم (غالباً اوائل انیسویں صدی)

شیخ محمد بقاء اللہ تخلص بقاؔ۔ فرزند حافظ لطف اللہ خوشنویس۔ وطن مالوف اکبر آباد۔ لکھنؤ میں نشو و نما ہوئی۔ مرزا فاخر مکینؔ کے شاگرد تھے۔ کچھ عرصہ دہلی میں بھی قیام کیا۔ ابتدا میں غمینؔ تخلص کرتے تھے۔ شاہ حاتم کی ہدایت پر بقاؔ تخلص اختیار کیا۔ قصیدہ گوئی میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ میرؔ و میرزاؔ سے معرکے رہے۔ آخر عمر میں سودائی ہو گئے تھے۔ آخر نجف اشرف کے سفر میں ۱۲۰۶ھ/ ۱۷۸۷ء عالم بقا سے رہگزارے عالمِ قضا ہوئے۔[۴۲]

پیشِ نظر مخطوطہ صرف غزلیات پر مشتمل ہے۔ (تقریباً ۴۰۰ اشعار)

آغاز:۔

قلم صفت میں پس از مراتب بدن ثناء میں تری کھپایا
بدن زباں میں زباں سخن میں سخن ثنا میں تری کھپایا

عنوانات مرصع۔ جدول، شنگرفی و زبرجد۔ ہر جگہ تخلص بھی شنگرفی روشنائی سے لکھا ہے۔

اندازِ کلام۔

یار کو بھیجی خبر نالۂ تنہائی کی　　مدعی کون کھڑا تھا پسِ دیوار لگا

پاتے ہیں میکدے میں بقا سوزِ فیض ہے
خُم سے سبو، سبو سے قدح اور قدح سے ہم
وہ صورتیں جو پیشِ نظر تھیں سو مثلِ اشک
یوں گم ہوئیں زمیں میں کہ ڈھونڈے نہ پائیاں
آئینہ دیکھ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں
اس کا میں دیکھنے والا ہوں بقا واہ رے میں
اس بزم میں مت پوچھو نہ کوئی مجھ سے کہ کیا ہوں
جو شیشہ گرے سنگ پہ میں اس کی صدا ہوں

(۴۶)

دیوانِ آبرو

مصنف: آبرو، شاہ مبارک

اوراق: ۹۸ مسطر: ۱۵سطری سائز: ۴/۱-۹ x ۴/۳-۴ انچ

خط: نستعلیق شکستہ آمیز

مرقومہ: ۱۱۸۸ھ/ ۱۵ جلوسِ میمنت شاہ عالم؛ بادشاہ غازی ۴۳

آبرو کا اصل نام شیخ نجم الدین تھا۔ لیکن شاہ مبارک کے نام سے مشہور ہیں۔ گوالیار کے رہنے والے تھے۔ جوانی العمری میں دہلی آئے۔ کچھ عرصہ نارنول میں بھی قیام کیا (گروتری) شعر گوئی میں خان آرزو کے شاگرد تھے۔ طبیعت میں شوخی و رنگین مزاجی تھی۔ آخر عمر میں درویش منش ہو گئے تھے۔ عہدِ محمد شاہ میں ۱۱۴۶ھ/ ۱۷۳۴ء میں دہلی میں انتقال ہوا۔ اُردو شعراء کا کوئی اہم تذکرہ ان کے ذکر سے خالی نہیں۔ چوٹی کے ایہام گو شعراء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

پیشِ نظر دیوان فورٹ ولیم کالج سے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں منتقل ہوا ہے۔ سرِ ورق پر فورٹ ولیم کالج کی سرکاری مہر (ہندی، بنگالی، اُردو) ثبت ہے۔ ۴۴

ورق ۲ ا سے ۶۰ ب تک غزلیات درج ہیں۔ سرِ دیوان مطلع ہے۔

آیا ہے صبح نیند سوں اُٹھ رسمسا ہوا جاما گلے میں رات کے پھولوں بسا ہوا

ورق ۱۶۱ ا سے مستزاد شروع ہوتے ہیں جو ورق ۶۲ ب پر ختم ہوتے ہیں۔ مستزاد کی تعداد دس ۱۰ ہے۔ غلط املا کی وجہ سے صحیح پڑھے نہیں جاتے۔

۱...... آنکھوں نے تیری دلکوں مرے قتل کرا ہے	بانکی نظراں سیں
۲...... عاشق کو کہو رنگ نہ ہو زرد سو کیوں	اس طور کو دیکھے
۳...... لاگی تھی برہ آگ کلیجہ میں اچانک	سُن بات ہماری
۴...... ہوتا نہیں بے درد مگر اب ...... معشوق	....
۵...... کیوں پھولتا ہے حُسن پہ اے ...... چنچل	اے نازک کمر
۶...... مانگوں ہوں دعا ملنے کو تیری	اے .....
۷...... مت عاشقِ بے کس کو ستانا	مان کہا میرا
۸...... جپتا ہوں دنوں رات خدا کو	کر فکر مقرر
۹...... جلایا دلکوں عاشق نے کمر سے	لگا دھڑکے کی ٹٹی
۱۰...... چلتا ہے عجب چال پیارا	بی تال سنوارا

ورق ۶۳ ا تا ۶۵ ا دو ترجیع بند درج ہیں۔

وہی جان مجھ دلکا آرام ہے — کہ جس شوخ کا بیوفا نام ہے

اس کے بعد دو اشعار کا ایک قطعہ ہے۔

میں نے چاہا تھا ترے عشق میں ہو کر مجنوں
چھوڑ بستی کی تئیں جا کے بساؤں ہاموں
مجھ کو یاروں نے جو دیکھا کہ ہوا اس کو جنوں
لیکن زنداں میں کیا قید میں کیسے کہوں

ورق ۶۵ ب تا ۷۲ ب، مخمس ہیں۔ ورق ۷۵ ا تا ۷۶ ب سترہ ۱۷ رباعیاں ہیں اور ورق ۷۵ ا تا ۷۶ ب، ۲۹ فردیات درج ہیں۔

یہاں پہونچ کر دیوان بظاہر اس ترقیمہ پر ختم ہو جاتا ہے:۔

''دیوانِ آبرو تاریخ بیست و دویم ذی الحجہ ۱۵ سپہری تحریر یافت''۔

لیکن ورق ۷۷ ا سے ۹۲ ا تک ایک مثنوی درج ہے جو اس شعر سے شروع ہوتی ہے۔

ہے سزاوارِ ثنا وہ باکمال — جلوہ گر جس نے کیا حُسن اور جمال

ورق ۹۲ ب تا ۹۷ ب ایک مرثیہ درج ہے۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

افسوس ہے کہ آج رسولِ خدا کے تئیں حضرت امام سید ہر دوسرا کے تئیں

سب سے آخر میں دو پہلیاں درج کی گئی ہیں۔ جن کے بعد دوسرا ترقیمہ ہے:۔

''تمت بالخیر بعون الملک الوہاب بتاریخ بیست ہفدہم شہر ذی الحجہ روز جمعہ
بوقت سپہری جلوس میمنت شاہ عالم بادشاہ غازی''۔

نا معلوم کاتب بہت کم پڑھا لکھا معلوم ہوتا ہے۔ پورا دیوان املا کی اغلاط سے پُر ہے اور مستند تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

(۴۷)

دیوانِ سودا

مصنف: سوداؔ، مرزا محمد رفیع

اوراق: ۱۷۴ مسطر: ۱۳ سطری سائز: ندارد

خط: معمولی نستعلیق مرقومہ: ۱۷۷۰ء، ۱۷ جلوسِ شاہ عالم بادشاہ

مرزا محمد رفیع سوداؔ۔ مرزا محمد شفیع کے بیٹے اور نعمت خان عالی کے نواسے تھے۔ ان کے والد بسلسلۂ تجارت کابل سے دہلی آئے۔ بارھویں صدی ہجری کی پہلی دہائی میں بمقام دہلی پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے۔ شاعری کی ابتدا فارسی کلام سے کی۔ مرزا محمد خاں عرف سلیمان علی خاں ودادؔ کے شاگرد ہوئے۔ پھر اُردو کی طرف مائل ہوئے اور بقول آزادؔ، خان آرزوؔ کے مشورے سے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا، اور شاہ حاتم کے تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ اواخر عہدِ محمد شاہ میں سوداؔ کی شاعری نے فروغ پایا۔ ملک الشعرائی کے اعزاز تک پہونچے۔ دہلی سے ۱۱۶۷ھ میں فرخ آباد گئے۔ وہاں ۱۷ سال گذار کر فیض آباد پہونچے۔ آصف الدولہ کے ساتھ لکھنؤ آئے اور پھر وہیں کے ہو رہے۔ ۴ ؍رجب ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۸ء کو وفات پائی۔ ۹۰ سال سے کچھ کم عمر تھی۔

دیوانِ سوداؔ کا پیشِ نظر مخطوطہ اچانک ایک قصیدہ ان اشعار سے شروع ہوتا ہے۔

برنگِ کوہ رہ خاموش حرفِ نا سزا سُن کر
کہ ... بد کو صدائے عیب سے کھینچے ہے ہشیاری

یہ روشن ہے برنگِ شمع ربط یاد دانش سے
موافق گر نہ ہووے دوست وہ ہے دشمنِ جانی

پھر ورق ۵۷ب سے غزلیات کا آغاز ہوتا ہے۔

مقدور نہیں اسکی تجلّی کے بیاں کا — جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

ورق ۱۳۱ ا کے حاشیہ سے مثنویات شروع ہوتی ہیں۔

یوں سنا ہے کہ خسروِ یک عصر — ایک درویش کے گیا تھا گھر

ورق ۱۷۱ب تک مخمس، ابیات وغیرہ درج ہیں اور ۳ ورق رباعیات پر مشتمل ہیں۔
کاتب کا نام پڑھا نہیں جاتا۔ کتابت ۲۵ رجب ۱۷۷۰ء/ ۱۷ جلوسِ شاہ عالم بادشاہ اختتام کو پہنچی۔

(۴۸)

دیوانِ افسوس

مصنف: افسوس، میر شیر علی

اوراق: ۲۶۸ مسطر: ۱۳سطری سائز: ۱۱ x ۲/۱-۷ انچ

خط: صاف نستعلیق مرقومہ: تاریخندارد (غالباً ۱۸۰۰ء تا ۱۸۰۴ء)

میر شیر علی افسوس ؎۴۵ فرزند میر مضطر خاں۔ نسب حضرت امام جعفر صادقؑ تک پہونچتا ہے۔ میر مضطر خاں نارنول (صوبہ آگرہ) کے رہنے والے تھے۔ نواب عمدۃ الملک کے متوسل ہونے کی وجہ سے دہلی میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ شیر علی دہلی میں پیدا ہوئے بعمر گیارہ سال اپنے والد کے ہمراہ لکھنؤ گئے۔ بچپنے ہی سے شعر گوئی کا شوق ہوا۔ میر حیدر علی حیراں دہلوی کو کلام دکھایا۔ مصحفی کے بیان کے مطابق چندے میر سوز سے بھی استفادہ کیا۔ علی لطف (گلشنِ ہند) نے انھیں میر حسن کا شاگرد لکھا ہے۔ حالانکہ میر حسن نے اپنے تذکرہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

ابتداً میں نواب سالار جنگ اور ان کے بیٹے نوازش علی خاں کے پاس گیارہ سال رہے پھر مرزا جواں بخت ولی عہد کے مصاحبوں میں داخل ہوئے۔ ولی عہد جب دہلی چلے گئے تو افسوس لکھنؤ ہی میں رہے اور نواب سرفراز الدولہ صاحب حسن رضا خاں نائب نواب

آصف الدولہ کے پاس چلے آئے۔ انھیں کی سفارش پر لارڈ ولزلی نے ۱۸۰۰ء میں ڈاکٹر گلکرسٹ کے ماتحت فورٹ ولیم کالج میں اُردو کے سررشتہء تصنیف و تالیف میں ملازم رکھ لیا۔ ۱۸۱۹ء میں وفات پائی۔

علاوہ دیوان کے باغِ اُردو ۱۸۰۸ء (ترجمہ گلستان) اور آرائشِ محفل ۱۸۰۵ء (ماخوذ از خلاصۃ التواریخ از سبحان رائے) ان سے یادگار ہیں۔

افسوؔس نے اپنا دیوان قیامِ لکھنؤ ہی میں زیرِ سرپرستی سالار جنگ مرتب کرلیا تھا جو جملہ اصنافِ سخن پر مشتمل ہے۔

زیرِ نظر مخطوطہ ایک فارسی دیباچہ سے شروع ہوتا ہے جو حیدر علی بلگرامی کا قلمی ہے۔ جس میں آرائشِ محفل کا ذکر نہیں اور آرائشِ محفل کی تالیف سے بیشتر مرتب ہوگیا تھا۔

اس دیباچہ میں افسوؔس کے حالات فارسی زبان میں لکھے ہیں۔ دیباچہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔

''خدائے را ستائش سزاوار است کہ نظمِ دیوان موجودات نمونہء قدرتِ کامل اوست و عطیہ قوتِ شاعرانہ نشانہائے فیض شامل......الخ''

دیوان دو حصوں پر منقسم ہے۔ (۱) قصائد وغیرہ (۲) غزلیات، مخمسات، رباعیات وغیرہ۔ پہلے حصے میں حمد، نعت، نواب آصف الدولہ (۱۷۷۵ء تا ۱۷۹۷ء) اور مارکوئس ویلزلی گورنر جنرل (۱۷۹۸ء تا ۱۸۱۵ء)، ہینری بارلو گورنر بنگال کی مدح میں قصائد درج ہیں۔ اس کے بعد چند مراثی ہیں۔ قصائد کا حصہ ورق ۴ سے شروع ہوتا ہے:۔

فوجِ خزاں نے آتے ہی گلشن میں ایک بار
تاراج پل کے بیچ کیا لشکرِ بہار

دوسرا حصہ ورق ۴۰ ب سے شروع ہوتا ہے۔ سرِ دیوان مطلع ہے۔

خدایا کس طرح ہو وصف مجھ سے تیری صنعت کا
کرشمہ ایک ہے یہ چرخ تیرے دستِ قدرت کا

غزلیات ورق ۲۴۶ ا پر ختم ہوتی ہیں اور ورق ۲۴۶ ب سے آخری ورق تک رباعیات، مخمسات، ترکیب بند، ایک واسوخت، گیارہ قطعات ہیں۔

اشپرنگر نے شاہانِ اودھ کے کتب خانہ کی فہرست میں (نمبر ۵۹۶ پر) اپنے زیرِ نظر نسخہ پر تبصرہ کرتے ہوئے برٹش میوزیم میں موجود ایک نسخہ کی نشاندہی کی ہے۔

لیکن ہمارا نسخہ افسوؔس کے دیوان کا اولین نسخہ معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اس کے سر ورق پر ہینری بارلو (گورنر بنگال) کی مہریں اندر کی طرف اور ورق ۲۶۸ پر ثبت ہیں۔ غالباً یہ وہی نسخہ ہے جو افسوؔس نے ہینری بارلو کو پیش کیا تھا۔

ورق ۲۵۶ ب تک صاف نستعلیق میں ایک ہی کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے لیکن ورق ۲۵۶ کی سطر ۱۲ سے ورق ۲۶۸ ب تک کسی دوسرے شخص نے لکھا ہے۔ کتابت کی تاریخ درج نہیں لیکن قیاساً ۱۸۰۰ء اور ۱۸۰۴ء کے دوران کتابت ہوئی ہوگی۔ تخلص اور عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں۔ پہلی اشاعت کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔

(۴۹)
دیوانِ افسوؔس

مصنف: افسوؔس، میر شیر علی

اوراق: ۲۲۴ مسطر: ۱۳ تا ۱۵ سطری سائز: ۳/۴-۱۲ x ۳/۴-۷ انچ

خط: صاف نستعلیق مرقومہ: یکم جولائی ۱۸۷۱ء

دیوانِ افسوؔس نشان نمبر ۴۸ کی بجنسہٖ نقل ہے۔ بجز اس کے کہ عنوانات حذف کر دیے گئے ہیں اور تخلص سرخ روشنائی سے لکھا ہے۔

کاتب کا نام محمد حسن خاں بن چاند خاں جو حاجی پور پٹنہ کا باشندہ ہے۔ اور بمقام مہدی باغ کلکتہ یکم جولائی ۱۸۷۱ء کو کتابت مکمل ہوئی

(۵۰)
دیوانِ ولاؔ

مصنف: مظہر علی خاں ولاؔ

اوراق: ۲۰۶ مسطر: ۱۵ سطری سائز: ۱۱ x ۸ انچ

خط: معمولی نستعلیق مرقومہ: ۱۸۱۰ء

ولاؔ کا اصلی نام مرزا لطف علی ۴۶؎ تھا لیکن دنیائے ادب میں مظہر علی خاں کے نام سے

مشہور ہیں۔ آپ کے والد سلمان علی خاں وداؔد فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ دادا محمد حسین المخاطب بہ علی قلی خاں۔ شرفائے دہلی میں شمار ہوتے تھے۔ ولاؔ دہلی میں پیدا ہوئے۔ وہیں پروان چڑھے۔

ابتداء میں مرزا جان طپشؔ کو کلام دکھایا۔ چندے مصحفیؔ سے بھی استفادہ کیا۔ پھر میر نظام الدین ممنونؔ کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوئے۔

ولاؔ کے مفصل حالات کے لیے مخطوطہ جہانگیر شاہی (نشان ۲۱) ملاحظہ ہو۔

دیوانِ ولاؔ کا زیرِ نظر نسخہ خود ولاؔ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو انھوں نے فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ کو ۱۸۱۰ء میں نذر کیا تھا۔

دیوان کے دیباچہ میں ولاؔ نے اس کی ترتیب کی مختصر تاریخ لکھی ہے۔ ڈاکٹر گلکرسٹ کی فرمائش پر اسے ۱۸۰۳ء میں مرتب کرنا شروع کیا تھا۔ اسی سال مسٹر ہیرنگٹن کی سفارش پر فورٹ ولیم کالج میں ان کا تقرر عمل میں آیا تھا۔ چند وجوہ کی بنا پر ترتیب دیوان معرض التوا میں پڑ گئی حتیٰ کہ جیمس مونٹ کے جانشین کپتان ٹیلر کے عہد میں بروز بدھ ۷/اگست ۱۸۱۰ء مطابق ۵/رجب ۱۲۲۵ھ پایۂ تکمیل کو پہونچا اور ممبران کونسل کی وساطت سے لارڈ منٹو گورنر جنرل کے نام سے معنون کیا۔

دیوان، مرزا کاظم علی جواںؔ کے ایک مختصر مگر جامع مقدمہ سے شروع ہوتا ہے جس میں جواںؔ نے ولاؔ کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ ڈاکٹر اشپرنگر (فہرست کتب خانہ شاہانِ اودھ صفحہ نمبر ۶۱۴) نے غلطی سے اس مقدمہ کو ولاؔ کی خودنوشت کہا ہے۔

دیباچہ کے اختتام پر کاظم علی جواںؔ نے ولاؔ کے والد سلیمان علی خان وداؔد کے اشعار بھی تبرکاً درج کر دیے ہیں۔

اس کے بعد ولاؔ کا مذکورہ بالا دیباچہ ہے۔ اصل دیوان ورق ۸ ا سے شروع ہوتا ہے۔

ترتیبِ دیوان:-

(۱) حمد و نعت و منقبت، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ، حسنین علیہم السلام اور دیگر ائما و معصومین کی منقبت میں الگ الگ قصائد ہیں۔ ساتھ ہی ولاؔ نے اپنے مربیوں کی مدح میں بھی چند قصیدے لکھے ہیں۔ جو ورق ۶۹ ا پر ختم ہوتے ہیں۔

(۲) ورق ۷۱ سے ۱۷۸ ب تک غزلیات ہیں۔ سرِ دیوان مطلع و حسنِ مطلع ہے۔

ایدل تو سدا شکر کر اللہ صمد کا   الحق وہی مالک ہے ازل اور ابد کا
کہتے ہیں کہ یہ خلق ہے جو آئینہ خانہ   روشن ہے یہ کثرت سے کہ جلوہ ہے احد کا

(۳) مخمسات، رباعیات، فردیات (فارسی و اُردو)

(۴) قطعات، درمدح مربیان (ہندوستانی و یورپین) جو ورق ۱۸۱ اب سے شروع ہوکر ورق ۲۰۶ پر اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ البتہ ۱۸۲ اب اور ۱۸۳ ا پر ولاؔ کے غسلِ صحت کی تہنیت میں مرزا جان طپشؔ اور مرزا کاظم علی جوانؔ کے دو تاریخی قطعات درج ہیں۔

طپشؔ کا قطعہ تاریخ ۹ اشعار پر مشتمل ہے۔

۱ بحمداللہ اپنا قدیمی حبیب   تفاخر کریں جس پہ مجدد علا
۲ مخاطب بمنظہر علیخاں ہے جو   سخن میں تخلص ہے جس کا ولاؔ

....

۹ ....   ولاؔ کو مبارک ہو غسلِ شفا
۱۲۲۳ھ

مرزا کاظم علی جوان کا قطعہ تاریخ ۵ اشعار پر مشتمل ہے۔

۱ جو مظہر علی خاں نے پائی شفا   مسیحا سے کم تھا نہ اس کا طبیب

....

۵ ....   ہوئی ہے یہ اب شکر صحت نصیب
۱۲۲۳ھ

(۵۱)

دیوانِ محبت

مصنف: محبتؔ، نواب محبت خاں

اوراق: ۱۴۹ مسطر: ۱۳ سطری سائز: ۱۰-۱/۲ x ۶-۱/۴ انچ

خط: اوسط نستعلیق

مرقومہ: تاریخِ کتابت نامعلوم غالباً اوائل انیسویں صدی عیسوی

نواب محبت خاں المتخلص محبتؔ ۷؎ خلف حافظ الملک حافظ رحمت خاں۔ بعدِ شکست

حافظ رحمت خاں لکھنؤ میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ آصف الدولہ کے وظیفہ یاب تھے۔ ریختہ میں مرزا جعفر علی حسرتؔ کے تلامذہ میں سے تھے۔ میر حسن نے خواجہ حسن سے اصلاح لینے کا بھی ذکر کیا ہے۔ فارسی شعر بھی کہتے تھے اور کمینؔ کے شاگرد تھے۔

جرأتؔ کے ایک قطعہ تاریخ کے مطابق ۱۲۲۲ھ / ۱۸۰۷ء میں انتقال ہوا۔ ممتاز الدولہ مسٹر جان سن کی فرمائش پر قصہ سسی پنوں نظم کیا اور ''اسرارِ محبت'' نام رکھا۔

زیرِ نظر مخطوطہ غزلیات (ورق ۱۱۱ ا تک)، ۴۰ رباعیات (ورق ۱۱۱ ا تا ۱۱۵)، ۱۳ مخمس (ورق ۱۱۵ تا ۱۲۷) اور مثنوی اسرارِ محبت (ورق ۱۲۸ ب سے ۱۴۷ ب تک)

آغازِ غزلیات۔

ہوتا ہے ابھی حاصل سب کام محبتؔ کا — دے اس کو خداوندا تو جام محبت کا

آغازِ مثنوی۔

محبت نام اور ہر دل نگیں ہے — محبت سے کوئی خالی نہیں ہے

مثنوی اسرارِ محبت ۱۱۹۷ھ/۸۲-۱۷۸۳ء کی تصنیف ہے جو آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔

کہی تاریخ یہ اسکی بصنعت — عجب قصہ ہے اسرارِ محبت

۱۲۲۳ھ

کاتب اور سنِ کتابت نا معلوم۔ غالباً اوائل انیسویں صدی۔

(۵۲)

دیوانِ یقینؔ

مصنف: یقینؔ، انعام اللہ خاں

اوراق: ۴۴ مسطر: ۱۳ سطری سائز: ۹ X ۶ انچ

خط: خوش خط نستعلیق

مرقومہ: تاریخِ کتابت نا معلوم غالباً اٹھارویں صدی عیسوی

انعام اللہ خاں یقینؔ دہلوی ۴۸؎ خلف اظہر الدین خاں بہادر مبارک جنگ، مظہر جانِ جاناں کے شاگرد۔ احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں اپنے والد کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

پیشِ نظر مخطوطہ ۱۲۲ غزلیات (۵۲۷ اشعار پر مشتمل ہے)۔ غزلیات کی ترتیب ردیف وار اور حرفِ تہجی کے اعتبار سے ہے۔ اس شعر پر دیوان ختم ہوتا ہے۔

وہ بلبل کیونکہ ہوئے خار وخس سے مختلف جس کا
نسیمِ گل سے مارے نازکی کے آشیاں لرزے

بہت خوش خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ لوح رنگین ہے۔ قرائن سے قدیم نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ کاتب کا نام اور سنِ کتابت نا معلوم۔ اٹھارویں صدی عیسوی کا مرقومہ معلوم ہوتا ہے۔ انجمن ترقی اُردو دہلی سے سن ۱۹۴۲ء میں مرزا فرحت اللہ بیگ کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

(۵۳)

دیوانِ قدرت

مصنف: قدرت، شاہ قدرت اللہ دہلوی

اوراق: ۱۲ مسطر: ۱۵ سطری سائز: ۸-۳/۴ x ۶ انچ

خط: خوش خط نستعلیق

مرقومہ: تاریخِ کتابت نامعلوم غالباً اٹھارویں صدی عیسوی

شاہ قدرت اللہ، قدرت ۹۹ء دہلی کے رہنے والے شاہ عبدالعزیز شکر یارؒ کی اولاد میں تھے۔ اپنے چچا شمس الدین فقیر سے تلمذ تھا۔ مرزا مظہر جانِ جاناں سے بھی مشورۂ سخن کیا۔ اُردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں بیدلؔ کا طرز اختیار کیا تھا۔ اپنے عہد کے ممتاز شعراء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ دہلی سے عظیم آباد ہوتے ہوئے مرشد آباد پہنچے اور وہیں غالباً ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۰ء میں وفات پائی۔

پیشِ نظر مخطوطہ ۷۷ غزلیات (۳۰۸ اشعار) پر مشتمل ہے۔

جز نقشِ پا جہاں کے یہ مجبور رہ گیا طاقت بھی ہاتسی چل گئی معذور رہ گیا
پورے گرچہ زخم ہرے ہو چلے ولے ناسور تھا جگر میں سو ناسور رہ گیا

خط نہایت پاکیزہ نستعلیق (کاتب وہی ہے جس نے دیوانِ یقین (نمبر ۵۲) کی کتابت کی ہے)۔ منقش لوح۔ شنگرفی حاشیے۔ کاتب و سن کتابت نا معلوم (غالباً اٹھارویں صدی عیسوی کا مرقومہ ہے)۔

(۵۴)

دیوانِ ناجی

مصنف: ناجی، میر محمد شاکر، دہلوی

اوراق: ۸۹ مسطر: ۱۴سطری سائز: ۸-۱/۴ x ۵ انچ

خط: شکستہ آمیز

مرقومہ: کاتب وسنہ کتابت نامعلوم غالباً اواخر اٹھارویں صدی عیسوی

میر محمد شاکر ناجی ۵۰ھ شاہجہان آباد کے رہنے والے۔ نجم الدین آرزو کے ہمعصر ایہام گو شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ خوش طبعی اور ظرافت سے خاص لگاؤ تھا۔ ہزل اور ہجو گوئی میں مشہور تھے۔ مرد سپاہی پیشہ تھے۔ عہدِ محمد شاہی میں شہرت پائی۔

دیکھو ذرہ سی شبنم اورہی یک قطرہ آب اسکا
رسائی مہر کی ہے مشتری ہو آفتاب اسکا

ترتیب: غزلیات (ورق ۸۵تک)
مخمس (۱) (ورق ۸۵تا ۸۷ ا)
رباعیات ۲۵ (ورق ۸۷ب تا ۸۹)

ورق ۹ ب پر ۳ تین مہریں ثبت ہیں جو مسخ شدہ ہیں۔ ساتھ ہی ایک ملگجی تحریر بھی ہے۔ جس پر ۱۲۱۹ھ/ درج ہے۔

اشپرنگر نے اسے ایک غلطیوں سے پُر نسخہ کہا ہے۔

اس دیوان اور مخطوطہ نمبر ۴۶ کا کاتب ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ خط شکستہ آمیز مرقومہ اواخر اٹھارویں صدی۔

(۵۵)

دیوانِ احسن

مصنف: مرزا احسن علی

خط: خوش خط نستعلیق مرقومہ: ۱۲۲۸ھ/ ۱۸۱۳ء

مرزا احسن علی (جنھیں مجموعہ نغز میں مرزا احسن قلی لکھا ہے)۔ پہلے میر رضاؔ کے شاگرد ہوئے اور بعد میں سوداؔ سے مشورہ سخن کیا۔ نواب شجاع الدولہ اور نواب آصف الدولہ کے دربار سے وابستہ رہے۔ چندے سرفراز الدولہ کے متوسل بھی رہے۔ ۵۱

دیوان جمیع اصناف سخن پر حاوی ہے۔

غزلیات (ورق ۱ تا ۱۷۸)، قصائد وغیرہ (ورق ۱۸۰ تا آخر)

آغازِ غزلیات:-

اک وصف بیاں ہو نہ خداوند جہاں کا   جو ہر ہوں ما لک میں اگر لاکھ زباں کا

ہے فرش سے تا عرش وجود اس کے سے موجود   اور ہے وہی بخشندہ تنِ مردہ میں جاں کا

آغازِ قصائد:-

فلک رُتبہ نوّاب عالی جناب   کہ ہے آصف الدولہ اس کا خطاب

غزلیات کے آغاز (صفحہ نمبر ۲) اور قصائد کا آغاز (ورق ۱۸۰ ب) رنگین الواح سے مزیّن ہیں۔ اوراق ۱۷۸ تا ۱۸۰ ا خالی چھوڑ دیے گئے ہیں۔ شنگرفی رنگ کی ہر صفحہ پر جدول کھنچی ہوئی ہے۔

خوش خط نستعلیق میں مصنف کے خودنوشت نسخہ سے قمر الدین خاں قمرؔ عرف مرزا حاجی بمقام لکھنؤ ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء نقل کیا گیا ہے۔

(۵۶)

دیوانِ جہاں

مصنف: جہاںؔ، بنی نرائن

اوراق: ۱۲۵   مسطر: ۱۸ تا ۲۳ سطری   سائز: ۳/۴-۱۳ x ۹ انچ

خط: معمولی نستعلیق   مرقومہ: ۱۸۱۸ء

بنی نرائن جہاں ۵۲ ۔ مہاراجہ لکشمی نرائن رئیس لاہور کے صاحبزادے تھے۔ بڑے بھائی رائے کھیم نرائن بھی بلند پایہ شاعر تھے۔ رندؔ تخلص کرتے تھے۔ جہاںؔ لاہور میں پیدا ہوئے وہیں تربیت پائی۔ والدین کے انتقال کے بعد گردشِ زمانہ سے لاہور چھوڑنا پڑا۔

ہندوستان کے مختلف مقامات سے گزرتے ہوئے کلکتہ پہونچے۔ مؤرخین ادب نے لکھا ہے کہ بارہ سال کلکتہ میں بے روزگار رہے۔ فورٹ ولیم کالج کے مصنفین سے اس دوران میں ربط ضبط بڑھ گیا۔ حیدر بخش حیدری کی وساطت سے کالج کی ملازمت میں منسلک ہوئے۔ کالج کے سکریٹری کپتان ٹامس روبک کی فرمائش پر اُردو شعراء کا تذکرہ دیوانِ جہاں کے نام سے ۱۸۱۲ء میں تالیف کرنا شروع کیا۔ جس کا ذکر جہاںؔ نے اپنی تصنیف چار گلشن کے دیباچہ میں کیا ہے۔ لہٰذا اندازاً ۱۸۰۱ء میں وہ کلکتہ پہونچ چکے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ آخر عمر میں مسلمان ہوگئے تھے اور مولوی سید احمد بریلویؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔

سیر المصنفین (تنہاؔ) اور اربابِ نثر اُردو (سید محمد) نے صرف ان کی تین کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ یعنی (۱) چار گلشن (۲) دیوانِ جہاں (۳) تنبیہ الغافلین (شاہ رفیع الدین دہلوی کی فارسی کتاب) کا ترجمہ۔ مرتب کو جہاںؔ کی دو اور کتابیں دریافت ہوئیں یعنی (۴) قصہ دلارام و دلربا مخطوطہ نمبر ۱۳ا اور (۵) گلزارِ عشق (ترجمہ یوسف زلیخا) مخزونہ کتب خانہ مدرسۂ عالیہ کلکتہ۔

پیشِ نظر نسخہ کی ترتیب ۳۰ ستمبر ۱۸۱۲ء کو اختتام کو پہونچی تھی۔ ۱۲۶ شعرائے اُردو کا باعتبارِ حروفِ تہجی ذکر کیا گیا ہے۔ اور شاہ عالم (بادشاہ) متخلص بہ آفتابؔ سے شروع ہو کر انعام اللہ خاں یقینؔ پر ختم ہوتا ہے۔ ہر شاعر پر ایک یا دو سطر سے زیادہ نہیں لکھا گیا۔ شعراء کے حالات میں اکثر صرف نام، ولدیت، سکونت، تلمذ، تاریخ ولادت و وفات پر اکتفا کیا گیا ہے البتہ کلام کے نمونے بڑی فراخدلی سے دیے گئے ہیں۔ سب سے زیادہ اقتباس یقینؔ کے کلام کا ہے جو ورق ۱۳۱ سے ۱۷۳ تک یعنی ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں صرف ایک غزل شامل ہے جس کا مطلع ہے۔

سرِ سلطنت سے آستانِ یار بہتر تھا   ہمیں ظلِ ہُما سے سایۂ دیوار بہتر تھا

۵۷ رباعیات، ۴۲۷ مطلعے اور ۳۹ فردیات شامل ہیں۔

آغاز (ورق ۳):۔

کر آغازِ سخن حمدِ خدا سے   پھر اس کے بعد نعتِ مصطفٰے سے
خدا خالق ہے ہم ہیں آفریدہ   نبی جتنے ہیں سب ہیں برگزیدہ
محمد ﷺ پر ہوئی ختم رسالت   علی ہیں مالکِ ملکِ ولایت

دیباچہ منظوم ہے، حمد و نعت میں چھ اشعار کے بعد مصنف نے اپنے حالات اور تذکرہ کی تالیف کا حال لکھا ہے۔ اور اپنے کلام کا بہت بڑا حصہ شامل کر دیا ہے۔ ورق ۱۷۴ پر دعائیہ اشعار پر تذکرہ مکمل ہو جاتا ہے۔

دعا پر ختم کر بینی نرائن	کہ مستحسن سخنور کو ہے یہ فن
رہے جب تک یہ طرزِ نظم یارب	پسند اسکو کریں اہلِ جہاں سب

تذکرہ کے اختتام پر بطورِ ضمیمہ ۲۵ رجولائی ۱۸۱۲ء کو فورٹ ولیم کالج میں منعقد ایک مشاعرہ میں پڑھی گئی غزلوں کا اقتباس شاعر کے مختصر حالات کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔

(۱) مرزا کاظم علی جوانؔ۔ آپ کلکتہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ یہ اُن سے ہے۔

چاہتا ہے دل کسی سے دل لگایا چاہیے
بیٹھیے پاس اس کے ناز اُٹھایا چاہیے

(۲) حیدریؔ تخلص۔ نام میر حیدر بخش۔ دلی کے رہنے والے۔ یہ اُن سے ہے۔

دھن بندھی ہے اب ہی اس کے پاس جایا چاہیے
شرح درد و غم کسی ڈھب سے سنایا چاہیے

(۳) رواںؔ تخلص۔ نام سید جعفر علی۔ لکھنؤ کے رہنے والے۔ مرزا کاظم علی جواںؔ کے شاگرد۔ یہ اُن سے ہے۔

کر خرام ناز اب مقتل پہ آیا چاہیے
ہو گئے ہیں قتل جو اُن کو جلایا چاہیے

(۴) شہرتؔ تخلص۔ نام افتخار علی خاں۔ کلکتہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ یہ اُن سے ہے۔

غیر کا کہنا نہ سنئے منھ دکھایا چاہیے
جان ہی جاتی ہے جاناں اب تو آیا چاہیے

(۵) عیاںؔ تخلص۔ نام ابوالقاسم خاں۔ کلکتے میں تشریف فرما ہیں۔ یہ اُن سے ہے۔

عالمِ طفلی ہی میں دل کو لگایا چاہیے
چاہنے والوں کے حلقہ میں در آیا چاہیے

(۶) قاسمؔ تخلص۔ نام ابوالقاسم خاں۔ کلکتے میں تشریف فرما ہیں۔ یہ اُن سے ہے۔

ہجر میں اس گل کے گل ہاتھوں پہ کھایا چاہیے
ہاتھ کو گلدستۂ رنگیں بنایا چاہیے

(۷) ممتازؔ تخلص۔ نام میرزا قاسم علی۔ مرزا کاظم علی جوانؔ کے بڑے بیٹے۔ یہ اُن سے ہے۔

لطف پر پہلے مزاجِ یار لایا چاہیے
ہمدموں پھر دردِ دل اس کو سنایا چاہیے

(۸) ولاؔ تخلص۔ نام مرزا لطف علی عرف مظہر علی خاں۔ کلکتہ میں تشریف رکھتے ہیں یہ اُن سے ہے۔

انس و جاں مشتاق ہیں مکھڑا دکھایا چاہیے
اے پری رو چہرہ سے برقع اٹھایا چاہیے

گارساں دتاسی نے اپنی تاریخ ادبیاتِ ہند میں جہاںؔ کے تذکرہ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ خط معمولی نستعلیق۔ مرقومہ ۳۰ ستمبر ۱۸۱۲ء۔ ۱۸ اور ۱۲ کے ہند سے دو مختلف رنگ کی روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ ۱۲ غالباً بعد میں کبھی لکھا گیا ہے۔

اس مخطوطہ کا سنہ کتابت ۱۸۱۸ء ہے۔ ممکن ہے مصنف کے زیرِ نگرانی نقل/کتابت کی گئی ہو۔ ادھر اُدھر اصلاحیں بھی نظر آتی ہیں۔ ممکن ہے مصنف کے قلم کی ہوں (خصوصاً اوراق ۳۸ب اور ۹۵ب پر اصلاحیں)۔

دیوانِ جہاں کا ایک خوش خط نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا حوالہ تمام مؤرخین نے دیا ہے۔ پیشِ نظر مخطوطہ کا کسی کو علم نہیں ہے۔

اب یہ کہنا مشکل ہے کہ ان دونوں مخطوطوں میں اصل مخطوطہ کون سا ہے۔ اغلباً سوسائٹی کا مخطوطہ اصل ہے۔

(۵۷)

دیوانِ میرسوزؔ

مصنف: سوزؔ، سید محمد میر

اوراق: ۱۴۰ مسطر: ۱۳ سطری سائز: ۹ x ۲/۱-۵ انچ

خط: معمولی نستعلیق مرقومہ: ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۱۶ھ

سید محمد میر نام۔ ابتداء میں میرؔ تخلص کیا۔ جب میر تقی میرؔ کی شہرت میرؔ کے نام سے ہوئی تو سوزؔ تخلص اختیار کیا۔ میر تقی میرؔ نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ''میر تخلص جوانے است بسیار

اہل خوش طبع۔ ہر چند طرز علیحدہ دارد لیکن از خوش کردنِ تخلص من نصف دلم از خوش است'' اور محمد حسین آزاد کے بقول ''وہی شخص ہیں جنھیں میر تقی میر نے پاؤ شاعر کہا ہے''۔

والد کا نام سید ضیا الدین۔ بزرگوں کا وطن بخارا تھا۔ محلّہ قراول پورہ دہلی میں سکونت تھی۔ حضرت قطب عالم گجراتی سے سلسلۂ نسب ملتا ہے۔ ۱۱۹۱ھ میں بعہد شاہ عالم دہلی سے ترکِ وطن کر کے لکھنؤ چلے گئے۔ چندے مرشدآباد میں قیام کیا۔ پھر لکھنؤ واپس آ گئے۔ نواب آصف الدولہ سوز کے تلامذہ میں سے تھے۔

بہت خوشخط تھے۔ خط شفیعا، نستعلیق اور شکستہ میں کمال حاصل تھا۔ شہسواری وفنونِ سپہگری میں ماہر تھے۔ تیر اندازی میں کمال حاصل تھا۔ صاحبِ طرز شاعر تھے۔ شعر خوانی میں نیا انداز اختیار کیا تھا۔ فسانۂ عجائب کے مصنف رجب علی سرور بھی اُن کے شاگرد تھے۔ گلزار ابراہیم میں سوز کا سنہ وفات ۱۲۱۲ھ لکھا ہے۔ زیرِ نظر مخطوطہ صرف غزلیات (تقریباً دو ہزار اشعار) پر مشتمل ہے۔ غزلیات کی ترتیب باعتبار حروف تہجی ہے۔ مطلع سے شروع ہوتا ہے۔

سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا بجائے مدّ بسم اللہ مدِ آہ میں لکھتا
خدا دیتا اگر مجھ کو زباں توحید کہنے کی تو لاکر سب الا.........کو الااللہ میں لکھتا

اگر گلزارِ ابراہیم میں درج شدہ تاریخِ وفات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو زیرِ نظر مخطوطہ سوز کی وفات کے صرف ۴ سال بعد کا لکھا ہوا ہے۔

(۵۸)

دیوانِ کبیر

مصنف: حکیم کبیر علی انصاری سنبھلی

اوراق: ۱۱۱ مسطر: ۱۱ سطری سائز: ۵-۱/۴ x ۸-۱/۲ انچ

خط: خوش خط نستعلیق مرقومہ: نامعلوم غالباً انیسویں صدی

حکیم کبیر علی انصاری تخلص بہ کبیر۔ سنبھل (ضلع مراد آباد) کے رہنے والے شعراء کے کسی تذکرے میں اُن کا ذکر نہیں۔ البتہ اشپرنگر نے اپنی فہرست مخطوطات قطب خانہ شاہ اودھ میں صفحہ ۲۴۶ پر ذکر کیا ہے۔

مخطوطہ حمد کے اس مطلع سے شروع ہوتا ہے۔

کوئی حشمت جہاں میں اور کوئی جاہ لے آیا　میں اپنے ساتھ ترا نام یا اللہ لے آیا

ابتدائی ۸۷ صفحات غزلوں پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد ۷ مخمس ہیں جو صفحہ ۹۸ سے شروع ہوتے ہیں۔ مخمسات کے بعد ۷ اخلاقی نظمیں درج ہیں۔ صفحہ ۱۰۶ سے ۱۰۴ پر مبارزلملک نواب محمد یار خان بہادر شجاعت جنگ کی مدح میں ایک قصیدہ دیا گیا ہے جس کا مطلع ہے۔

ہوا ہوں ہاتھ سے دور اُن کے اس قدر رنجور
کہ بات کہنے کو باقی نہیں رہا مقدور

اس قصیدے کے بعد ایک اور قصیدہ بغیر عنوان کے درج ہے۔ اسم ممدوح معلوم نہیں ہوسکا۔ درمیان میں صفحات ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۳۰، ۳۱، ۳۳ تا ۳۷ خالی چھوڑ دیے گئے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دیوان نامکمل ہے۔ حاشیوں پر متعدد جگہ اضافی اشعار درج ہیں جو مخطوطے کے کاتب ہی کے قلم کے ہیں۔ ہر جگہ تخلص سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ آخری صفحہ پر یہ جملہ درج ہے؛

''پنجاہ پنج تا دور تفویض سعد اللہ کرد''

(۵۹)

دیوانِ میر

مصنف:　میر تقی میر

اوراق: ۱۰۶　مسطر: ۱۱ سطری　سائز: ۲/۱-۷ x ۴/۱-۴ انچ

خط:　مرقومہ: غالباً اواخر انیسویں صدی

میر تقی میر کی غزلیات کا مجموعہ ہے۔ آخر میں ۱۰ رباعیات بھی شامل ہیں۔ سرِ دیوان مطلع ہے۔

فلک نے پیس کر سرمہ بنایا　نظر میں سب کی میں، تو بھی نہ آیا

۹۸ اوراق غزلیات پر مشتمل ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد ۱۰۰ سے اوپر ہے۔ اوراق ۹۸ ب اور ۹۹ ا - ب پر ۱۰ رباعیاں درج ہیں۔ ورق ۱۰۰ ا خالی ہے اور ورق ۱۰۰ ب سے آخر تک ایک مثنوی درج ہے۔ جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

جدا ایک فرقہ نے مانا ہے عشق
کہ نظم کل ان سب نے جانا ہے عشق
یہ ہے میر وہ عشق خانہ خراب
کہ جی جن نے مارے ہیں یاں بے حساب

ترقیمہ غیر موجود۔ مطلع سے پتہ چلتا ہے کہ یہ میر کا چھٹا دیوان ہے۔

(٦٠)

دیوانِ آصف الدولہ

مصنف: نواب آصف الدولہ

اوراق: ۹۲ مسطر: ۲۷سطری سائز: ۱۳ x ۸ انچ

خط: معمولی نستعلیق مرقومہ: ابتدائی انیسویں صدی

نواب وزیر، اودھ آصف الدولہ متخلص بہ آصف کا مجموعہ کلام۔ ابتدائی ۵۱ اوراق غزلیات پر مشتمل ہیں۔ ورق ۵۲ ا سے ٦۴ ب تک مخمس ہے۔ ورق ٦۴ ب سے آخر تک مثنوی بے بات اور اُردو، فارسی کی مختلف نظمیں ہیں۔ مطلع۔

کس قدر رو رو کے شب کرتا تھا مذکور ترا
وہی بیمار، وہی خستہ و رنجور ترا

پہلے ورق پر ہینری کی دو مہریں ثبت ہیں جن میں سے ایک مسخ شدہ ہے۔ ورق ا(ب) بہت خوبصورت کندہ کی ہوئی مہر ہے جس پر یہ عبارت صاف پڑھی جاتی ہے:

''اسد الدولہ عمدۃ الملک سرفراز خان ہنیری بہادر صمصام جنگ مورخہ ۱۸۰۸ء/ ۱۲۲۳ھ (گورنر بنگالہ)'' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیوان انھیں تحفہ کے طور پر دیا گیا تھا۔ خوبصورت جدول۔ تخلص سرخ روشنائی سے لکھا ہے۔ آخر میں ایک سلام کا اضافہ کیا گیا ہے جس کا پہلا مصرعہ ہے۔

پیارے حسین سرور سلام بھیجو

ضمیمہ

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے منتخب اُردو مخطوطات

ایک وضاحتی فہرست

مرتبہ: ایس۔ ایم۔ حسن

ترجمہ: جاوید احمد خورشید

بلوند نامہ

۷۵ اوراق، ۳۰ سی ایم، بلا تاریخ

یہ بنارس اور اس کے مضافات کی مختصر تاریخ ہے جو خاص طور پر وہاں کے تین اہم حکمرانوں کی سیاسی تاریخ کا احاطہ کرتی ہے۔ جن کے نام راجہ منسا رام، بلوند سنگھ اور چیت سنگھ ہیں۔ اس میں ابتدائی وقتوں سے ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء تک کا احوال ہے۔ یہ مصنف کی یاداشت پر مبنی تاریخ ہے۔ عنوان ''بلوند نامہ'' اس کے اُردو مترجم شیو بھکاری لال کا دیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جس کا تعلق ضلع غازی پور (یو۔ پی) میں محمود آباد سے ہے۔ اندرونی شواہد کے مطابق اس کا فارسی عنوان ''تحفہ تازہ'' ہے۔ اس کتاب کو اصل میں فارسی میں خیرالدین محمد الٰہ بادی نے تحریر کیا تھا۔

پیش لفظ کے مطابق یہ کام پانچ ابواب میں تقسیم نظر آتا ہے۔

باب ۱ — راجہ منسا رام

باب ۲ — راجہ بلوند سنگھ

باب ۳ — راجہ چیت سنگھ

باب ۴ — راجہ موہت نارائن

باب ۵ — ادت نارائن

لیکن موجودہ تصنیف کا اختتام تیسرے باب پر ہوتا ہے جسے ایک جلد میں ترتیب دیا گیا ہے۔ کسی بھی مصدقہ ماخذ سے یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ ترجمہ کبھی مکمل بھی تھا یا اصل فارسی میں بھی نامکمل ہے۔ لیکن عام رائے یہ ہے کہ مولوی خیرالدین اس کام کو مکمل نہ کر سکے تھے۔ جب کہ یہ ترجمہ ایک نایاب کام ہے جو اب بھی غیر مطبوعہ ہے۔ (۲۴)

خودنوشت سوانح نساؔخ

۱۸۲اوراق، ۲۵سی۔ایم، بلاتاریخ

یہ تصنیف بنگال کے دانشور و منتظم مولوی عبدالغفور نساخ کی خودنوشت ہے جو ۱۸۳۳ء سے ۱۸۸۸ء تک برسرِ کار رہے۔ نساخ، نواب عبداللطیف خاں کے چھوٹے بھائی ہیں اور انیسویں صدی کے دوسرے نصف حصے میں بنگال میں ایک نامور ماہرِ تعلیم رہے۔ وہ خود ایک ممتاز شاعر بھی تھے اور ان کے مرزا اسداللہ خان غالبؔ سے دوستانہ مراسم تھے۔ نساخ نے ۲۰ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ سوائے اس خودنوشت کے تمام تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔

آج تک ان کے اس کام سے عوام بے خبر ہیں شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے اس کام کے بارے میں اصلی ہونے پر شبہات تھے۔ اس کام کا کوئی اور نسخہ کہیں موجود نہیں ہے۔ نساخ کے بے شمار شاگرد تھے لیکن بدقسمتی سے ان میں سے کسی نے بھی اس کام کا آج تک کوئی حوالہ نہیں دیا حالاں کہ اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ دینے سے قبل تفصیلی تحقیق کی ضرورت ہے۔

مذکورہ شاعر نے اس کام کی ابتداً اپنے نسبی تعلق کے بیان سے کی ہے اور اپنے خاندان کی تاریخ کا چند سطروں میں سراغ لگایا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی پیدائش کے وقت اور جگہ کی نشاندہی کی ہے۔ یہ پہلی شوال ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء کو کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اس تصنیف کو جنوری ۱۸۸۶ء (اپنی موت سے دو سال قبل) تک مکمل کرلیا تھا۔ اس کے بعد انھیں ڈھاکہ بھیج دیا گیا۔ واقعات کی ترتیب تاریخ وار نہیں ہے اور کتاب کا اختتام بھی یک لخت ہو جاتا ہے۔

واقعاتِ اکبری

۴۸۱اوراق، ۲۵سی۔ایم، بلاتاریخ

یہ ابوالفضل کے ''اکبرنامے'' کا ترجمہ ہے اس کے مترجم مولوی خلیل علی اشکؔ ہیں، جو فورٹ ولیم کالج میں منشی تھے۔ اشکؔ نے اس کام کا ترجمہ ۱۸۰۹ء میں کیا تھا۔ (نمبر ۲۸)

منتخب الفوائد

۳۲۸ اوراق، ۲۵ سی۔ایم، بلا تاریخ

یہ محمد منصور سعید الفرح کے اصل فارسی ''اوصاف الولوک'' کا ترجمہ ہے۔ یہ تصنیف عام اخلاقیات اور رسم و رواج پر ہے جسے کہانیوں اور حکایات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ ابوالفرح کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سلطان شمس الدین التمش کے دور میں فعال رہا تھا۔ مولوی خلیل علی خان اشکؔ نے ۱۸۱۰ء میں اس کا ترجمہ فورٹ ولیم کالج کے لیے کیا تھا۔ اصل کام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ۳۴ ابواب پر پھیلا ہوا ہے۔ اشکؔ نے اپنے ذہن سے کچھ کہانیاں اور حکایات شامل کردی ہیں۔لیکن ابواب کی تعداد وہی برقرار رکھی ہے۔(نمبر ۱۲۰)

انتخابِ سلطانیہ

۱۵۳ اوراق، ۲۵ سی۔ایم، بلا تاریخ

دہلی اور اس کے مضافات کے بارے میں ابتدائی ادوار سے شاہ عالم ثانی تک کی ایک تاریخ ہے۔ اشکؔ نے ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۵ء میں اس کام کو ترتیب دیا تھا۔ ''انتخابِ سلطانیہ'' کا عنوان اس کام کے بارے میں کرونوگرام کا کام انجام دیتا ہے۔ مصنف کا یہ کام مقابلتاً اس لیے اہم ہے کہ اس میں خود سوانحی شذرات شامل ہیں۔ جو کسی اور جگہ موجود نہیں ہے۔ یہ شذرات اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اشکؔ دہلی میں پیدا ہوئے اور لکھنؤ کے فیض آباد میں پرورش اور ابتدائی تعلیم پائی۔ اپنے پیشے کے ابتدائی زمانے میں انھیں شہزادہ جہاں دار شاہ کے دربار سے منسلک کردیا تھا۔ وہ ۱۸۰۱ء میں کلکتہ آئے اور وہاں اپنے استاد اور مربی کاظم علی جوانؔ سے ملے۔جنھوں نے انھیں ڈاکٹر جان بورتھوک گلکرسٹ سے متعارف کرایا۔(نمبر ۱۹)

دیوانِ جہاں

۱۷۸ اوراق، ۲۵ سی۔ایم، بلا تاریخ

یہ ایک منتخب مجموعہ ہے۔ جسے منشی بینی نارائن جہاں نے ڈاکٹر آلائے اسپرنگر کی فرمائش پر ۱۸۱۴ء میں ترتیب دیا۔ جہاںؔ نے فورٹ ولیم کالج کی ملازمت ۱۸۱۱ء میں اختیار کی تھی۔

''دیوانِ جہاں'' کے علاوہ ان کے نام پر دو اور تالیفات بھی ہیں جن کے نام ''چارگلشن'' اور ''تنبیہ الغافلین'' ہیں۔ ''چارگلشن'' پہلی اور ''دیوانِ جہاں'' دوسری تالیف ہے۔ ''تنبیہ الغافلین'' شاہ رفیع الدین کی فارسی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ اور اس کا فارسی عنوان بھی یہی ہے۔ ''تنبیہ الغافلین'' تا حال شائع نہیں ہوئی۔ (نمبر ۵۶)

چارگلشن

۹۲ اوراق، ۲۵ سی۔ایم، بلا تاریخ

یہ منشی بینی نارائن جہاؔں کی پہلی تالیف ہے جسے ۱۸۱۱ء میں تحریر کیا گیا تھا۔ یہ ایک شہزادے اور شہزادی کی مشہور رومان پر مبنی کہانی ہے۔ جہاؔں نے فورٹ ولیم کالج میں مولوی حیدر بخش حیدری کے ذریعے ملازمت حاصل کی تھی۔ مولوی حیدر بخش حیدری فورٹ ولیم کالج میں سینئر منشی تھے۔ ''چارگلشن'' آج بھی غیر مطبوعہ ہے۔ (نمبر ۱۱۱)

چشمۂ فیض

۳۵ اوراق، ۲۵ سی۔ایم، ۱۸۰۴ء

یہ فرید الدین عطاؔر کے ''پند نامہ'' کا منظوم ترجمہ ہے۔ جسے معین الدین فیضؔ نے ۱۸۰۴ء میں جے۔بی۔گلکرسٹ کی فرمائش پر ترتیب دیا تھا۔ فیضؔ اصل میں دہلی سے تعلق رکھتے تھے لیکن انھوں نے غازی پور میں سکونت اختیار کی ہوئی تھی جہاں وہ ڈاکٹر گلکرسٹ سے ملے جس کے بعد گلکرسٹ انھیں اپنے ساتھ کلکتہ لائے اور فورٹ ولیم کالج میں ملازمت کی پیش کش کی۔ (نمبر ۷۱)

اقبال نامہ

۴۰۱ اوراق، ۲۰ سی۔ایم، ۱۸۲۵ء

یہ غلام حسین طباطبائی کی ''سیر المتاخرین'' کے باب دوم کا مکمل ترجمہ ہے۔ جس کے مترجم میر بخش فیض آبادی ہیں۔ باب دوم ۱۷۳۹ء سے ۱۷۸۱ء تک بنگال کی تاریخ پر

مشتمل ہے۔موجودہ ترجمہ سراج الدولہ کے بنگال کے تخت پر پہنچنے سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس کی تکمیل مبارک الدولہ کے دور کے خاتمے پر ہوتی ہے۔مبارک الدولہ میر جعفر خان کا چوتھا فرزند تھا۔بخش علی فورٹ ولیم کالج سے ۱۸۰۳ء میں منسلک ہوئے تھے یہ تصنیف اب بھی غیر مطبوعہ ہے (نمبر ۲۰)

مظہر العجائب

۱۸۱ اوراق، ۲۰.۵ سی۔ایم، ۱۸۴۷ء

یہ مثنوی بالخصوص حضرت علی کی شان میں اور بالعموم پیغمبرِ رسالت کے خاندان کے بارے میں ہے۔ جسے ظہیر حسین ضمیر نے لکھا ہے۔پیش لفظ کے مطابق مصنف اس سے پہلے بھی ایک اور مثنوی لکھ چکا ہے جس کا نام ''مثنوی نسخۂ محبت'' ہے۔کاتب: میر احمد ارم (نمبر ۶۶۷)

تاریخِ آسام

۱۳۹ اوراق، ۲۵ سی۔ایم، بلا تاریخ

یہ تصنیف احمد شہاب الدین طالش کے چشم دید واقعات پر مبنی ہے۔اس میں دورِ عالم گیر کے چوتھے اور پانچویں سال میں آسام اور کوچ بہار میں میر جملہ کی مہم کا ذکر ہے۔ یہ قلمی نسخہ شہاب الدین کی اصل فارسی ''فاتح عبریہ کا ترجمہ ہے۔ جسے فورٹ ولیم کالج کے سینئر منشی میر بہادر علی حسینی نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ حسینی نے ۱۸۰۵ء میں کیا تھا۔معلومات کے مطابق یہ تصنیف آج تک غیر مطبوعہ ہے۔نمبر (۲۷)

آرائشِ محفل

۲۳۷ اوراق، ۲۶ سی۔ایم، ۱۸۰۵ء

یہ سجان رائے بندھائی کے ''خلاصتہ التواریخ'' کا ترجمہ ہے۔ جسے میر شیر علی افسوس نے ۱۸۰۵ء میں مکمل کیا۔اس ترجمے کی سنگی چھپائی بار بار ہو چکی ہے۔اصل فارسی نسخہ ڈاکٹر ظفر حسن کے اضافوں کے ساتھ دہلی سے ۱۸۱۸ء میں شائع ہوا تھا۔حالت۔اچھی (نمبر ۱۰۸)

تاریخ بغاوت ہند موسوم بہ محاربۂ عظیم

۳۹ اوراق، ۱۸ سی۔ایم، بلا تاریخ

یہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے حوالے سے ہندوستان کی اہم تاریخ ہے جسے کنہیا لال نے لکھا ہے۔ جو ۱۸۸۹ء میں شائع ہوئی۔ ناقص نسخہ (۱۲۸)

تاریخ نادری

۳۷۵ اوراق، ۲۵.۵ سی۔ایم

یہ مہدی خاں استر آبادی کی فارسی تصنیف ''تاریخ جہان کشائے نادری'' کا ترجمہ ہے۔ جسے فورٹ ولیم کالج کے سینئر منشی حیدر بخش حیدری نے کیا ہے۔ حیدری نے یہ کام ۱۸۰۹ء میں کیا تھا۔ ''تاریخ نادری'' نادر شاہ افغان کی مشہور تاریخ ہے۔ ''تاریخ نادری'' اس کتاب کی نقل ہے۔ ایک نایاب نسخہ۔ (نمبر ۲۳)

تاریخ شیر شاہ

۶۶ اوراق، ۲۶ سی۔ایم، بلا تاریخ

یہ عباس خان بن شیر علی شیروانی کی فارسی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ جس کا عنوان بھی یہی ہے۔ جس کا ترجمہ فورٹ ولیم کالج کے سینئر منشی مظہر علی خان ولا نے کیا تھا۔ ولا نے اس تصنیف کو ۱۸۰۵ء میں مکمل کیا۔ اس تصنیف کو ڈاکٹر ایس معین الحق، کراچی نے ۱۹۶۳ء میں مرتب کیا ہے۔ ولا نے ترکی الفاظ اور اُن کے اُردو معنی بھی دیے ہیں۔ اوراق ۳۷۰ بی اور ۳۷۵ بی (نمبر ۲۵)

تاریخ رام پور

۱۳۶ اوراق، ۲۷ سی۔ایم، بلا تاریخ

یہ رام پور اور اس کے مضافات کی تاریخ ہے جسے کچھ نامعلوم لکھنے والوں نے تحریر کیا ہے۔ (نمبر ۴۷۰)

باغ سخن: ترجمہ بوستان

۲۰۲اوراق، ۲۵ سی۔ایم، ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء

یہ سعدی کی ''بوستان'' کی شرح اور ترجمہ ہے۔ جسے مرزا مغل نے نثر میں کیا ہے۔ اور یہ میر غلام حسین کی شرح پر مبنی ہے۔ مرزا مغل لکھنؤ کا ایک مقامی تھا اور مرزا کاظم علی جوانؔ کا شاگرد تھا۔ مصنف کو اس کتاب کو لکھنے پر ۴۰۰ روپے انعام سے نوازا گیا تھا۔ اس کے پیشِ لفظ میں مرزا مغل کے بارے میں سوانحی معلومات شامل ہیں۔ (نمبر۱۲)

بیتال پچیسی

۹۸اوراق، ۲۴ سی۔ایم، بلاتاریخ

یہ کتاب ایک ترجمہ ہے۔ جسے مظہر علی خان ولاؔ نے ۱۸۰۳ء میں مکمل کیا تھا۔ ولاؔ اس ترجمے میں سری للولال کی مدد کو سراہتے ہیں۔ اس کی سنگی چھپائی بار بار ہو چکی ہے۔ (نمبر۳۰)

نشاط العشق: شرح غوثیہ

۱۵۰اوراق، ۲۴ سی۔ایم، بلاتاریخ

یہ شیخ عبدالقادر جیلانی پر لکھے جانے والے رسالے (تصوف) کی شرح ہے۔ جسے عبداللہ شاہ قادری نے دکنی اُردو میں کیا ہے۔ (نمبر۸)

رسالہ دربیان معدنیات

۳۵اوراق، ۱۸سی۔ایم، ۱۸۴۱ء

یہ کیمیا پر ایک نوٹ بک ہے جس میں کچھ معدنیات جیسے سونا، چاندی، تانبا، زنک اور مینگنیز آکسائڈ کے بارے میں معلومات شامل ہیں۔ (نمبر۳۳) کاتب: شیو چندرا کرماکر۔

تاریخ غریبی

۱۱۱۳اوراق، ۱۸اسی۔ایم، بلاتاریخ

شاعری میں موجود دیو مالائی کہانیوں کا منتخب مجموعہ ہے۔مصنف نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔لیکن اس کتاب کی تاریخ ۱۱۱۴ھ تحریر کی گئی ہے۔اس کی زبان بھا کھا ہے۔(نمبر۱۳۲)

اخلاق ہند

۳۰اوراق، ۲۵سی۔ایم، بلاتاریخ

یہ مفتی تاج الدین کی فارسی تصنیف ''مفرح القلوب'' کا ترجمہ ہے۔جسے فورٹ ولیم کالج کے سینئر منشی بہادر علی حسینی نے کیا تھا۔بہادر علی نے اس کا ترجمہ ۱۸۰۲ء میں مکمل کیا تھا۔مطبوعہ اشاعت، کلکتہ، ۱۸۰۳ء(نمبر۱۱۶)

انوار سہیلی

۳۸۵اوراق، ۲۴سی۔ایم، بلاتاریخ

یہ ملاحسین واعظ کاشفی کی فارسی تصنیف ''انوار سہیلی'' کا دکنی نثر میں ترجمہ ہے۔(نمبر۱۲۹)

فرس نامۂ رنگین

۴۷اوراق، ۲۳.۵سی۔ایم، بلاتاریخ

یہ کام گھوڑے پالنے پر مبنی ہے۔اس میں مختلف گھوڑوں کی نسلوں اور ان کی خصوصیات وغیرہ سے متعلق معلومات درج ہیں۔جسے سعادت یار خان رنگین نے لکھا ہے۔رنگین پر انجمن ترقی اُردو کراچی نے ۱۹۵۸ء میں پی ایچ ڈی کا مقالہ شائع کیا ہے۔(نمبر۷۳)

آرائش محفل: قصہ حاتم طائی

۲۸۱اوراق، ۲۶سی۔ایم، بلاتاریخ

یہ تصنیف ''ہفت سیر حاتم'' کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔مولوی حیدر بخش حیدری نے فورٹ ولیم کالج میں داخلے سے کچھ دیر بعد ہی اس کی تالیف ۱۸۰۱ء میں مکمل کی تھی۔

گلکرسٹ منصوبے کے تحت اس کتاب نے ۴۰۰ کا انعام حاصل کیا۔ پہلی مرتبہ ۱۸۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد اس کی بار بار سنگی چھپائی ہوتی رہی۔ (نمبر ۱۸)

گنج خوبی

۵۰ اوراق، ۲۴ سی۔ ایم، بلا تاریخ

یہ ملا حسین واعظ کاشفی کی ''اخلاق محسنی'' کا ترجمہ ہے۔ جسے میر امن دہلوی نے کیا تھا۔ شائع شدہ اشاعت ۱۸۴۶ء (نمبر ۴۶۶)

گلزار دانش

۵۵۹ اوراق، ۲۶.۵ سی۔ ایم، ۱۸۰۴ء

یہ شیخ عنایت اللہ کی ''بہار دانش'' کا ترجمہ ہے۔ جس کے مترجم فورٹ ولیم کالج کے سینئر منشی حیدر بخش حیدری ہیں۔ حیدری نے ۱۸۰۴ء میں اس کا ترجمہ مکمل کیا۔ ایک نایاب نسخہ۔ اب تک غیر مطبوعہ ہے۔

نوطرز مرصع

۱۱۶ اوراق، ۲۳ سی۔ ایم، بلا تاریخ

یہ امیر خسرو کے ''قصہ چہار درویش'' کا ترجمہ اور اس سے ماخوذ ہے۔ جسے میر محمد عطا حسین خان نے جسے عام طور پر ''مرصع رقم'' کے نام سے جانا جاتا ہے، کیا ہے۔ اس کام کو ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی نے مرتب کیا ہے۔ الہٰ باد، ۱۹۵۸ء (نمبر ۱۲۲)

نثر بے نظیر

۱۰۶ اوراق، ۲۴ سی۔ ایم، بلا تاریخ

یہ میر حسن کی ''مثنوی سحر البیان'' کا نثری ترجمہ ہے۔ جسے فورٹ ولیم کالج کے سینئر منشی میر بہادر علی حسینی نے مرتب کیا ہے۔ میر حسن نے اس کی تالیف ۱۸۰۲ء میں مکمل کی۔ ۱۸۰۳ء میں یہ تصنیف پہلی بار شائع ہوئی۔ اس کے بعد اس کی بار بار اشاعت ہوتی رہی ہے۔ (نمبر ۱۲۱)

پھول بن

۲۷اوراق، ۲۳سی۔ایم، بلاتاریخ

یہ ابن نشاطی کی عشقیہ نظم ہے۔ جسے عبدالقادر سروری نے مرتب کیا۔ حیدرآباد دکن (نمبر۸۰)

سنگھاسن بتیسی

۱۳۰اوراق، ۲۴سی۔ایم، ۱۸۰۱ء

یہ مرزا کاظم علی جوانؔ کا ایک ترجمہ ہے جس پر انھیں نے ۲۰۰ روپے کا انعام ملا۔ کاظم علی نے وضاحت کی ہے کہ بادشاہ شاہ جہاں کی فرمائش پر اسے پہلی مرتبہ سنسکرت سے بھاکا میں منتقل کیا گیا۔ موجودہ ترجمہ بھاکا سے کیا گیا ہے جو بہت نایاب ہے۔

ہفت پیکر

۱۴۷اوراق، ۲۵سی۔ایم، بلاتاریخ

یہ نظامی گنجوی کے "ہفت پیکر" سے ماخوذ ہے۔ جس کی تالیف ۱۸۰۵ء میں حیدر بخش حیدری نے مکمل کی۔

خوان نعمت

۹۰اوراق، ۲۵سی۔ایم، بلاتاریخ

حمید الدین بہاری کی مقامی پکوان پرمبنی ایک کتاب ہے اسے "خوان الملا خوان" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ اس کی تالیف پر مصنف کو۱۰۰ روپے کا انعام ملا تھا۔ (نمبر۳۰)

خردافروز

۳۸۹اوراق، ۲۶سی۔ایم، ۱۸۰۲ء

یہ ابوالفضل کی "عیار دانش" کا ترجمہ ہے جس کے مترجم فورٹ ولیم کالج کے سینئر منشی حفیظ الدین احمد تھے۔ حفیظ الدین احمد کو اس تالیف پر ۶۰۰ روپے کا انعام دیا گیا تھا۔ یہ پہلی مرتبہ ۱۸۰۵ء میں شائع ہوئی۔ (نمبر۱۱۸)

ہفت گلشن

۲۹ اوراق، ۲۴ سی۔ ایم، بلا تاریخ

یہ ناصر علی خان واسطی کی فارسی تصنیف 'ہفت گلشن'' کا ترجمہ ہے جس کی تالیف مظہر علی خان ولاؔ نے ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء میں مکمل کی۔ اس کتاب کو عام اخلاقیات اور طور طریقوں پر مشتمل کہانیوں اور حکایتوں کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ اشاعت عبادت بریلوی ۱۹۶۴ء (نمبر ۱۳۱)

بہار دانش: باغ و بہار

۱۹۷ اوراق، ۲۴ سی۔ ایم، ۱۲۰۷ اے ایچ/۱۷۹۲ء

یہ میر حسن کی ''مثنوی سحر البیان'' ہے مرزا جان تپش کتاب کے عنوان کی وضاحت ''باغ و بہار'' سے کرتے ہیں۔ جو نقل کا کام بھی انجام دیتا ہے۔ اس کی بار بار سنگی چھپائی ہو چکی ہے۔ ایشیا ٹک سوسائٹی میں اس تصنیف کے دو نسخے موجود ہیں۔ (نمبر ۷۵۵)

ترجمہ کتاب نور الابصار

۷۶ اوراق، ۱۹ سی۔ ایم، بلا تاریخ

یہ تصنیف '' مختار نامہ'' کے عنوان سے جانی جاتی ہے۔ جو سید ابراہیم کے عربی کام ''نور الابصار'' کا ترجمہ ہے۔ جسے حاتم علی مہر نے کیا ہے۔ اس میں امام حسین کی شہادت کے وقوعے کے بعد کے واقعات کا بیان ہے۔ اس میں مختار بی عبیدہ السقفی کا خاص حوالہ ہے۔ نامکمل نسخہ (نمبر ۴۱۹)

ترجمہ مفتاح الصلوٰہ

۹۲ اوراق، ۲۵ سی۔ ایم، ۱۸۷۴ء

یہ فتح محمد محدث برہان پوری کی عربی تصنیف کا ترجمہ ہے جو انھوں نے مسلم قوانین پر کیا تھا۔ اس کا ترجمہ دہلی کے سید امام الدین واعظ نے کیا تھا جنھیں خاص طور پر فقیر الہند کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مترجم نے یہ کام ۷۰ سال کی پکی عمر میں کیا تھا۔ ایک دستخطی نسخہ۔ حالت: اچھی (نمبر ۳)

مہر: نصیر الدولہ بہادر نصرت جنگ۔ ۱۱۰۸ھ

ترجمہ تمہیدات عین القضاہ

۱۵۵ اوراق، ۳۰ سی۔ایم، بلا ۱۱۲۳ھ/ ۱۷۱۱ء

یہ دکنی نثر میں تصوف پر ایک علمی رسالہ کا ترجمہ ہے جس کے مترجم عبدالقادر ہیں۔ پہلا ورق موجود نہیں ہے اس لیے اس کی ابتداء اچانک ہوتی ہے۔ یہ ایک دستخطی نسخہ ہے۔ حالت: اچھی۔

''تمہیدات عین القضاہ'' کا عنوان صرف صفحہ اوّل پر لکھا ہوا ہے۔ ایک پرانا قلمی نسخہ۔ جس کی تا حال اشاعت نہیں ہوئی۔ (نمبر ۱۰)

تحفۃ العوام

۱۷۲ اوراق، ۱۰.۵ سی ایم، بلا تاریخ

اثناء عشری مذہب پر ۲۷ ابواب پر مبنی ایک مذہبی رسالہ ہے۔ مصنف نے اپنا نام تحریر نہیں کیا۔

مہر: حاتم شاہ ۱۲۶۹ اعتزالی (نمبر ۷۶۰)

طوطی نامہ

۱۶۲ اوراق، ۳۰ سی ایم، بلا تاریخ

یہ غواصی کے طوطی نامے کا منظوم ترجمہ ہے جس کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متن کو امام الدین محمد نے نقل کیا ہے۔ (نمبر ۸۱)۔

قصہ بلند اختر مع مثنوی دراحوال کلکتہ

۱۸۳ اوراق، ۱۹ سی ایم، بلا تاریخ

مثنوی میں عشقیہ کہانی کو زمانی سبقت دی گئی ہے۔ پیش لفظ کے مطابق مصنف نور خان کو سلیم گڑھ میں شاہی فوج کے ساتھ پہلے مقرر کیا گیا تھا لیکن ان کے والد کی موت کے بعد خان لکھنؤ منتقل ہو گئے۔ نور خان دربار کے شہزادہ جہاندار شاہ کی ملازمت حاصل کرنے

میں کامیاب ہوئے۔ جہاندار شاہ فن کی بڑی سرپرستی کرتے تھے۔
جہاندار شاہ کی وفات کے بعد انھوں نے آصف الدولہ کی ملازمت اختیار کی اور کلکتہ آ گئے ۔وہاں یہ کام فورٹ ولیم کالج کے بااختیار افراد کو پیش کیا گیا جس کہانی کو یہاں پیش کیا گیا ہے وہ مرزا جہاندار شاہ اور شہزادی بہار آور بانو کے رومان کی کہانی ہے۔ (نمبر ۱۲۳)

قصہ لعل و گوہر

۱۲۱ اوراق، ۲۰ سی ایم، ۱۲۸۱ اے ایچ/۱۸۶۴ء

یہ فارسی تصنیف سے دکنی اُردو میں عشقیہ نظم کا ترجمہ ہے، جسے اعجاز نے کیا ہے۔ اس ترجمہ میں فارسی رسائل کا اضافہ کیا گیا ہے کچھ نامکمل رسالوں کے بے ترتیب صفحات بھی اس تصنیف کے ساتھ منسلک کر دیے گئے ہیں، جنھیں اس سے علیحدہ کرنے کی ضرورت ہے۔
کاتب۔ سدآنند۔ مہر: منور علی خان (نمبر ۱۳۲)

حسن و عشق: قصہ گل و ہرمز

۱۲۱ اوراق، ۲۶ سی ایم، ۱۸۵۸ء

یہ کسی فارسی تصنیف کا نثری ترجمہ ہے، مولوی غلام حیدر عزت نے جون برتھوک گلکرسٹ کی فرمائش پر ۱۸۰۳ء میں اسے اُردو میں منتقل کیا تھا۔ گلکرسٹ نے اس کام کے لیے ۱۵۰ روپے کے انعام کی سفارش کی تھی۔ موجودہ نسخہ بردوان کے مولوی بشیر الدین احمد کا قلمی نسخہ ہے۔ سوسائٹی کے ذخائر میں اس نسخے کی ۱۸۰۳ء کی مختصر نقل بھی موجود ہے۔ یہ تصنیف ''قصہ گل و ہرمز'' کے عنوان سے بھی معروف ہے (نمبر ۱۷۷)

انشائے نورتن

۱۹۹ اوراق، ۱۲۰ سی ایم، بلا تاریخ

اس میں فتح پور کے ایک باشندے محمد بخش مہجور نے مختلف رومانی کہانیوں کو جمع کیا ہے یہ تصنیف ''حکایت عاشقان'' کے نام سے بھی معروف ہے (نمبر ۴۱۸)

جامع الحقائق

۱۹۳اوراق، ۲۴سی ایم، بلا تاریخ

یہ جلال الدین محقق دوانی کی فارسی تصنیف ''اخلاق جلالی'' کا ترجمہ ہے جس کے مترجم فورٹ ولیم کالج کے ایک منشی مولوی امانت اللہ تھے۔ یہ ترجمہ انھوں نے ۱۸۰۵ میں مکمل کیا تھا۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۹۴۸ (نمبر۱۴)

گلشن اخلاق

۱۴۰اوراق، ۲۰سی ایم، ۱۸۰۹ء

یہ عام اخلاقیات پر سید علی بن شیر علی افسوس کی ایک تصنیف ہے۔ اکبر شاہ ثانی کے دور میں یہ تالیف مکمل ہوئی تھی یہ کام ۶ ابواب میں منقسم ہے۔ ہر باب کے لیے گلشن کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ (نمبر۱۳)

گلشن عشق

۱۴۴اوراق، ۲۰سی ایم، ۱۸۰۹ء؟

یہ فارسی تصنیف کا دکنی اُردو میں منظوم ترجمہ ہے۔ مترجم نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے لیکن اپنے مربّی سلطان علی عادل شاہ کی، جن کا تعلق بیجاپور سے تھا، خوب مدح سرائی کی ہے ابتدائی صفحہ پر ''قصہ منوہر و مدھو مالتی'' لکھا ہے (نمبر۷۵)

رسالہ در ہندی

۱۰۹اوراق، ۱۲۴سی ایم، ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء

یہ شاہ محمد غیاث الدین کا تصوف پر علمی رسالہ ہے جو عام طور پر خواجہ غیاث الدین کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں اسے دکنی نظم میں مرتب کیا تھا۔ یہ نسخہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء کا ہے۔ اس میں دکنی الفاظ کے اُردو معنوں کے ساتھ ایک فہرست بھی شامل ہے (اوراق ۱۰۹۔۱۰۶) حالت: اچھی۔ ایک نایاب نسخہ (نمبر۴۷۷)

شاہ نامہ

۳۳۸ اوراق، ۲۶ سی ایم، ۱۸۴۴ء

یہ فردوسی کے ''شاہ نامہ'' کا منظوم نسخہ ہے، جسے مول چند لکھنوی نے لکھا ہے۔ کاتب: احمد بیگ۔ پہلی اشاعت۔ کلکتہ ۱۸۴۶ (نمبر ۱۷۴)

شاہ نامہ: قصہ خسروان عجم

۱۸۶ اوراق، ۲۰ سی ایم، ۱۸۴۴ء

فردوسی کے'' شاہ نامہ کا''منظوم ترجمہ ہے۔مترجم نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ کاتب داتا رام برہمن۔اس تصنیف کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہ اکبر شاہ ثانی کے دور میں مرتب کیا تھا۔موجودہ نسخہ ناقص ہے اور اسے دو مختلف شکستہ خطوں میں تحریر کیا گیا ہے (نمبر ۱۰۴)

شاہ نامہ ہندی

۳۸۱ اوراق، ۳۷ سی ایم، ۱۸۱۱

یہ فردوسی کے ''شاہ نامہ'' کا نثری ترجمہ ہے جس کے مترجم محمد علی سید نثار علی ہیں جو نواب آصف الدولہ کے دربار سے منسلک تھے یہ ترجمہ ''شاہ نامہ'' کی مکمل اشاعت پر مبنی ہے، جسے شاہ جہاں کے دور میں ''شمشیر خانی'' کہا جاتا تھا (نمبر ۲۲)

ترجمہ تحفہ

۶۳ اوراق، ۱۵ سی ایم، بلا تاریخ

سلطان فتح علی ٹیپو کی فرمائش پر دکنی نظم میں تصوف پر یہ ایک علمی رسالہ ہے کتاب ٹیپو کی مدح سے شروع ہوتی ہے۔اصل متن شیخ نصیر الدین محمود کی روداد سے شروع ہوتا ہے جس کے بارے میں مصنف دل میں بہت احترام رکھتا ہے۔مصنف نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا شاید اس لیے کہ یہ مختلف صوفیوں کے اقوال کا مجموعہ ہے اور کیونکہ یہ سلطان کے لیے ایک تحفہ ہے تالیف کا سال ۱۲۳۰ مولودی دور دیا گیا ہے۔صفحات جلد سے علیحدہ ہو گئے ہیں اور کچھ تیزاب سے بھی خراب ہو گئے ہیں۔کاتب: محمد رستم جو خود کو پروردہ سرکار خداداد کہتا ہے۔(نمبر ۱۰۶)۔

سرنگا پٹن کے سقوط کے بعد سلطان ٹیپو کا کتب خانہ بکھر گیا تھا کتابیں اور قلمی نسخے لندن منتقل کر دیے گئے تھے۔ کچھ فورٹ ولیم کالج میں اور کچھ میسور میں محفوظ کر دیے گئے تھے مسٹر چارلس اسٹیورڈ نے ۱۸۰۹ میں ان قلمی نسخوں کی فہرست تیار کی تھی۔ بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی نے کچھ عربی، فارسی اور اُردو قلمی نسخے حاصل کیے تھے۔

اضراب سلطانی یا فتح نامہ ٹیپو سلطان

۸۲ اوراق، ۲۰ سی ایم، بلا تاریخ

یہ جنگ ٹیپو کی مرہٹوں، نظام اور برطانیوں شاید میسور کی تیسری جنگ، کی منظوم روداد ہے۔ مصنف نے اپنا نام صرف عزت لکھا ہے جس کے بارے میں قوی امکان ہے کہ یہ حسین علی عزت ہیں۔ حالت: اچھی۔ اب بھی غیر مطبوعہ ہے۔ (نمبر ۷۷)

خلاصہ سلطانی

۷۹ اوراق، ۲۲ سی ایم، بلا تاریخ

یہ قاصی غلام احمد کا مسلمانوں کے عقائد اور رسومات پر دکنی نثر میں علمی رسالہ ہے جسے ٹیپو سلطان کی ہدایات پر مرتب کیا گیا تھا۔ صفحات جلد سے علیحدہ ہو گئے ہیں (نمبر ۵)

احکام النساء

۳۹ اوراق، ۲۰ سی ایم، بلا تاریخ

دکنی نثر میں مسلمان خواتین کے مذہبی رسوم و رواج پر یہ مختصر رسالہ ہے جسے قاضی غلام احمد نے مذکورہ سلطان کی فرمائش پر مرتب کیا تھا (نمبر ۶)

قصہ بہرام وگل اندام

۷۳ اوراق، ۳۲ سی ایم، بلا تاریخ

یہ ملا وجہی کی دکنی اُردو میں عشقیہ نظم ہے۔ گولکنڈہ کے سلطان ابوالحسن تانا شاہ کے نام اس کا انتساب کیا گیا ہے۔ کئی صفحات خالی چھوڑ دیے گئے ہیں یا نصف استعمال کیے گیے ہیں۔ تاریخ تالیف ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء (نمبر ۹۸)

محیط دانش

۴۷۷ اوراق، ۳۵ سی ایم، ۱۸۰۳ء

یہ ابوالفضل کی ''عیار دانش'' کا مجموعہ ہے، جسے شاہ عالم ثانی کے دور میں رام داس محیط نے کیا تھا۔ ادب کا ایک اچھا فن پارہ ہے۔ اب تک غیر مطبوعہ ہے۔ (نمبر ۴۶۷)

ترجمہ قرآن شریف

۵۰۶ اوراق، ۲۴ سی ایم، ۱۸۰۴ء

میر بہادر علی حسینی کی سربراہی میں مولوی امانت اللہ، مولوی فضل اللہ اور مرزا کاظم علی جوان نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا۔ مترجمین نے اس پر ۵۰۰ روپے کا انعام وصول کیا۔ یہ ترجمہ ڈاکٹر جان بورتھ وک گلکرسٹ کی دل چسپی کی وجہ سے ہوا۔ (نمبر ۱)

بہار عشق: ترجمہ نل دمن

۵۷ اوراق، ۲۳ سی ایم، ۱۸۱۰ء

یہ فیضی کی نل دمن کا نثری ترجمہ ہے، جسے ہگلی ضلع کے نور علی بن نادر علی نے کیا۔ نور علی کو فورٹ ولیم کالج کے با اختیار افراد سے کاظم علی جوان نے متعارف کرایا تھا۔ (نمبر ۱۰۹)

بحر عشق: ترجمہ سیف الملوک

۲۹ اوراق، ۲۴ سی ایم، ۱۸۰۳ء

یہ فارسی تصنیف ''سیف الملوک'' کا ترجمہ ہے۔ میر بہادر علی حسینی نے فورٹ ولیم کالج کے با اختیار افراد سے مترجم سید منصور بن سید امام بخش حسینی موسوی کو متعارف کرایا تھا۔ منصور علی نے ڈاکٹر جے بی گلکرسٹ کی فرمائش پر اس تصنیف کا ترجمہ ۱۸۰۳ء میں مکمل کیا۔ (۱۱۰)

چراغِ ایمان

۲۵۵ اوراق، ۲۳ سی ایم، ۱۸۹۰ء

یہ محمد یحییٰ فتاحی کی فارسی تصنیف کا ترجمہ ہے جس کے مترجم عبدالماجد خان ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ ان سطور کو بھی انھوں نے ہی لکھا ہے۔ ترجمہ کا آغاز ۱۳۰۶ھ میں ہوا اور اس

کا اختتام دو سال بعد ۱۳۰۸ھ یعنی ۱۸۹۰ء میں ہوا۔ اس تصنیف سے پہلے مترجم دو اور کام بھی کر چکے تھے جس میں ''شرح اسکندر نامہ'' اور ''شرح قصائد عرفی'' شامل ہیں۔ دونوں کو لکھنؤ کے نول کشور پریس نے شائع کیا ہے۔ موجودہ نسخہ مصنف کا ہے۔ (نمبر ۸۲۵)

ضرب الامثال

۶۴ اوراق، ۲۵ سی ایم، بلا تاریخ

یہ عربی اور فارسی محاوروں پر ایک ایسا کام ہے جس میں محاوروں کے اُردو معنی سرخ روشنائی سے واضح انداز میں لکھے گئے ہیں، جسے کسی نامعلوم مصنف نے لکھا ہے۔ فارسی محاوروں کا ورق اے ۳۱۔ا؛ عربی محاورے: ورق بی ۳۱۔ بی ۶۴۔ لگتا ہے یہ کام فورٹ ولیم کالج کے لیے کیا گیا تھا۔ آخر میں نامکمل ہے۔ (نمبر ۲۹)

دہ مجلس

۸۵ اوراق، سی ایم، ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴ء

یہ تصنیف سانحہ کربلا پر ہے۔ جسے شیخ محمد بخش نے نثر میں لکھا۔ مظہر علی خان ولاؔ نے اس کا نام ''غمنامہ ایام'' رکھا ہے۔ (نمبر ۲۶)

ذکر الشہادتیں

۵۱ اوراق، ۳۱ سی ایم، ۱۸۰۳ء

یہ دہلی کے ایک باشندے باسط خان باسط کی ایک مشہور عشقیہ کہانی ''گل وصنوبر'' ہے۔ جسے ہندی کہانیوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ پیشِ لفظ کے مطابق باسط خان اپنے والد کے ساتھ پانچ سال کی عمر میں دہلی سے نکل گئے تھے۔ اور وہاں سے پٹنہ منتقل ہوگئے تھے۔ جہاں ان کے والد نے مہاراجہ کلیان سنگھ کی نوکری اختیار کر لی تھی۔ اس کے بعد باسط خان نے بنگال کا سفر کر کے نواب مبارک الدولہ کی نوکری اختیار کی جو میر جعفر علی خان کے چوتھے فرزند تھے۔ یہاں باسط خان کو فورٹ ولیم کالج کے بااختیار افراد سے متعارف کرایا گیا۔ ڈاکٹر جے بی گلکرسٹ نے انھیں ہدایت کی کہ کہانی کو آسان اور عام فہم انداز میں تحریر کریں۔ اس کی تکمیل کے بعد انھیں ۷۰ روپے کا انعام دیا گیا۔ حالت: اچھی (نمبر ۱۱۲)

حجتہ القوی

۴۵ اوراق، ۱۵سی ایم، ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء

یہ دکنی نثر میں مسلمانوں کے عقائد پر ایک مختصر مقالہ ہے۔ جسے سید احمد قادری نے لکھا ہے۔ کاتب: محمد عبداللہ (نمبر ۷)

جہانگیر شاہی

۳۹۴ اوراق، ۳۰سی ایم، بلا تاریخ

یہ معتمد خان بخشی کی ''اقبال نامہ جہانگیری'' کا ترجمہ ہے۔ جس کے مترجم مظہر علی خان ولا ہیں۔ یہ کام ولا کا آخری کام معلوم ہوتا ہے۔ پیش لفظ میں نہ صرف اس نے اپنی زندگی کی روداد بیان کی ہے بلکہ اس کام کو عجلت میں بھی مکمل کیا ہے۔ ولا کی ''جہانگیر شاہی'' ایک نایاب تصنیف ہے۔ اسے ۱۸۰۹ء میں مکمل کیا گیا تھا۔ اس کے اپنے بیان کے مطابق اس کام کی تکمیل کے بعد کاظم علی جوان نے اس کام کو دیکھا تھا۔ (نمبر ۱۲)

جذبہ عشق

۹۴ اوراق، ۲۰سی ایم، ۱۸۰۱ء

حسین شاہ نے یہ عشقیہ کہانی ۱۲۰۴ھ/ ۸۹-۱۷۸۹ء میں مرتب کی تھی۔ (نمبر ۱۱۷)

پدماوت

۱۲۸ اوراق، ۲۱ سی ایم، ۱۳۰۸ھ

یہ ملک محمد جائسی کی ''پدماوت'' کا منظوم ترجمہ ہے۔ جسے میر ضیا الدین عبرت اور غلام علی عشرت نے کیا تھا۔ ترجمہ کا آغاز عبرت نے کیا تھا لیکن اس کی تکمیل سے قبل جب اس کا انتقال ہوگیا تو اسے عشرت نے مکمل کیا۔ (نمبر ۹۵)

رسالہ راگ

۱۰۸ اوراق، ۲۲سی ایم، بلا تاریخ

یہ بھاکا زبان میں نامعلوم مصنفین کی راگ اور راگنیوں پر ایک تصنیف ہے۔ عنوان 'رسالہ راگ'' صرف ابتدائی صفحے پر تحریر ہے۔ (نمبر ۱۳)

قصہ ترکی

۷۸ اوراق، ۱۶اسی ایم، بلا تاریخ

یہ کچھ ترکی کہانیوں کا نامعلوم ترجمہ ہے۔ دونوں اطراف سے ناقص ہے۔ کہانی کا متن بھی نامکمل ہے۔ (نمبر ۴۱۶)

تائید المسلمین واثبات ختم نبوت النبیین

۱۲۵اوراق، ۲۰سی ایم، بلا تاریخ

پیغمبر محمد ﷺ کے دفاع میں ایک مختصر علمی رسالہ ہے۔ جو کچھ عیسائی مشنری مصنفین کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ تصدق علی (نمبر ۴۲۱)

قصہ رضوان شاہ وروح افزا

۶۰ اوراق، ۲۲سی ایم، بلا تاریخ

یہ مولوی خلیل علی خان اشکؔ کی ایک نایاب تصنیف ہے۔ یہ ایک مشہور قصہ ہے۔ جس میں رضوان شاہ اور شہزادی روح افزا کی عشقیہ کہانی بیان کی گئی ہے۔ یہ قصہ ''گلزارِ چین'' کے مشابہ ہے۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی نے رائل ایشیا ٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں اس کا سراغ لگایا تھا۔ مسٹر چارلس اسٹیورٹ نے فارسی تصنیف کا اسی عنوان سے میسور کے ٹیپو سلطان کے کتب خانے میں سراغ لگایا تھا۔ خلیل کی تصنیف اس اصل فارسی تصنیف کا ترجمہ معلوم ہوتی ہے۔ (نمبر ۱۲۶)

(یہ ترجمہ Journal of the Asiatic Society Calcutta کے شمارہ ۴۔۱، جلد دہم، ۱۹۶۸ء، صفحات ۱۸تا۳۱ سے ماخوذ ہے۔)

حواشی

۱۔ اربابِ نثر اُردو (سید محمد) ص ۱۴۵، داستان تاریخ اُردو (حامد حسین قادری) ص ۱۲۳۔ سیر المصنفین (یحییٰ تنہا) ص ۱۸۵ میں فورٹ ولیم کالج کی تفصیلات کے تحت قرآن مجید کے اس ترجمے کا ذکر کیا ہے۔ موخر الذکر دو مصنفین نے ''اربابِ نثر اُردو'' کے بیانات کو اپنے الفاظ میں نقل کر دیا ہے۔

سید محمد صاحب کا بیان ہے کہ ''گل کرسٹ نے جانشینوں کے ترجمہ شدہ حصوں کو بھی کالج کی طرف سے شائع کرنا پسند نہ کیا اور کالج کی مطبوعات اس سے خالی ہیں۔ حسنِ اتفاق سے مولوی امانت اللہ کے ترجمہ کو جو سورۃ فیل سے آخر قرآن مجید تک ہے اشاعت کا موقع مل گیا اور بمبئی کے ایک قدیم کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ دریافت ہوا.........''۔

یعنی سورۂ فیل (۱۰۵) سے سورہ الناس (۱۱۴) تک کل ۱۰ سورتوں کا ترجمہ ہوا۔ ترجمہ کو نا تمام چھوڑنے کی جو داستان سید محمد صاحب نے لکھی ہے وہ صرف قیاسی ہے۔

زیرِ نظر مخطوطہ سورۂ فاتحہ سے سورۂ الناس تک پوری ۱۱۴ سورتوں کا ترجمہ ہے۔ اور تمام قیاسات کی نفی کرتا ہے۔

۲۔ سال کے اعداد کی جگہ دیمک خوردہ ہے۔

۳۔ ''مجمع سلطانی'' (فارسی) کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ ایتھے، مخطوطات انڈیا آفس، ۲۵۵۱ وغیرہ

۲۔ اسٹیورٹ، فہرست کتب خانہ ٹیپو سلطان نمبر ۰۷، صفحہ نمبر ۱۵۲

۴۔ شرح غوثیہ فارسی کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ فہرستِ مخطوطات جامع مسجد بمبئی، نمبر ۷۴۵، صفحہ ۳۶۰

۲۔ ایشیاٹک سوسائٹی، فہرست فارسی مخطوطات، نمبر ۱۷۷

۵۔ اخلاقِ جلالی کا انگریزی ترجمہ ڈبلو۔ ایف۔ ٹامس نے اورینٹل ٹرانسلیشن فنڈ سیریز میں ۱۸۳۹ء میں لندن سے شائع کیا۔

۶۔ اربابِ نثر اُردو (سید محمد) میں مطبوعہ نسخہ کے ترقیمہ سے دوشنبہ ۲۰ جولائی ۱۸۰۵ء نقل کیا ہے۔

۷۔ ۱۸۴۸ء میں دو ایڈیشن شائع ہوئے۔ ایک ٹائپ میں۔ دوسرا مطبع احمدی کلکتہ سے لیتھو میں۔ تین ایڈیشن اور نکلے۔ ایک دہلی سے ۱۸۵۰ء میں۔ دو کان پور سے ۱۸۷۲ء اور ۱۸۷۵ء میں۔

۸۔ مولوی عبدالحق نے تذکرۂ ہندی کے دو اور نسخوں کا ذکر کیا ہے جو کتاب خانہ خدا بخش خاں پٹنہ اور کتب خانہ رام پور میں محفوظ ہیں اور جن کو انجمن کے نسخہ کی ترتیب کے وقت پیشِ نظر رکھا ہے۔ اور جابجا حوالے دیے ہیں۔ لیکن ان دونوں نسخوں کا سنہ کتابت نہیں لکھا۔

۹۔ فوربس کا انگریزی ترجمہ ۱۸۳۰ء میں لندن سے شائع ہوا۔

۱۰۔ ملاحظہ ہو تفصیلات مخطوطہ نمبر ۴۸۔

۱۱۔ تاریخِ پیدائش نہیں لکھی لیکن اسپرنگر نے تاریخِ وفات بمقام بنارس ۱۸۲۳ء لکھی ہے۔

۱۲۔ مولوی سید محمد نے اربابِ نثر اُردو میں غلطی سے قصہ مہر و ماہ لکھا ہے، ص ۶۲۔

۱۳۔ ملاحظہ ہو بلوم ہارٹ، فہرست مطبوعات، انڈیا آفس لائبریری، جلد ۲، حصہ ۴ اور گریرسن، ہندوستان کا لسانی جائزہ، جلد ۹۔

۱۴ سیر المتاخرین کا ایک اور اُردو ترجمہ مراۃ السلاطین کے نام سے ۱۸۷۴ء میں لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ جس میں اورنگزیب کی وفات کے بعد سے یعنی ۱۷۳۸ء سے ۱۷۸۱ء تک مغل بادشاہوں کے حالات پر مشتمل ہے۔

۱۵ سب سے پہلا انگریزی ترجمہ (بغیر مقدمہ) ایک فرانسیسی نو مسلم مصطفیٰ نے ۳ جلدوں میں کلکتہ سے ۱۷۸۹ء میں شائع کیا تھا۔

۱۶ جہانگیر شاہی کا یہ واحد نسخہ ہے جو خود مترجم کا لکھا ہوا ہے۔ اور فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ سے منتقل ہو کر رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے کتب خانہ کی زینت ہے۔ اُردو ادب کے مورخین میں استادِ محترم مولانا سید حامد حسن قادریؒ نے داستانِ تاریخ اُردو میں اور مولوی سید محمد نے ارباب نثر اُردو میں مشہور اُردو کے فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی کے حوالے سے اس ترجمہ کی نشاندہی غلط طور پر کی ہے کہ ''تزکِ جہانگیری کے ایک حصہ کا ترجمہ مظہر علی خاں ولاؔ نے کیا تھا۔ اس کا کوئی قلمی یا مطبوعہ نسخہ دستیاب نہیں ہوتا۔'' زیرِ نظر وہی مفقود الخبر نادر نسخہ ہے۔

۱۷ فارسی کتاب غالباً سب سے پہلے کلکتہ سے ۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد دہلی، کانپور اور لکھنؤ کے مطابع سے لیتھو میں چھپی۔ جے۔ ایٹکنسن نے انگریزی میں ترجمہ کر کے ۱۸۳۲ء میں لندن سے شائع کی تھی۔ فارسی کتاب کے متعدد نسخے یورپ اور ہندوستان کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

شاہنامہ کا ایک اور خلاصہ منشی مولچند لکھنوی نے ''شاہنامہ مولچند'' کے نام سے اپنے قیامِ دہلی میں اُردو نظم میں کیا تھا۔ جو اپنے تاریخی نام ''قصۂ خسروانِ عجم'' کے نام سے مشہور ہے اور اکبر شاہ ثانی (عہد ۱۸۳۷ء-۱۸۰۶ء) کے نام معنون کیا تھا۔ جو پہلے دہلی سے ۱۸۴۴ء میں شائع ہوا پھر کلکتہ (۱۸۴۸ء)، کانپور (۱۸۵۳ء، ۱۸۶۹ء، ۱۸۷۰ء)، لکھنؤ (۱۸۷۰ء - ۱۸۷۶ء)، شاہجہان پور (۱۸۷۱ء)، میرٹھ (۱۸۷۶ء)، حوالے کے لیے ملاحظہ ہوں فہارس کتب خانہ جات انڈیا آفس، اسپرنگر، بمبئی یونیورسٹی۔

۱۸ حیدری کی دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں:-
(۱) توتا کہانی (۱۲۱۵ھ) (۲) آرائشِ محفل (۱۸۰۲ء) (۳) ماہ و پیکر (۱۸۰۰ء) اسے صاحب ارباب نثر اُردو نے ''مہر و ماہ'' لکھا ہے۔ (۴) گلِ مغفرت (گلشن شہیداں۔ ۱۲۲۷ھ) (۵) ہفت پیکر (۱۸۰۵ء) (۶) گلزار دانش (۱۸۰۴ء) (۷) گلدستۂ حیدر (۱۲۱۷ھ) (۸) تذکرہ گلشن ہند (۱۲۱۵ھ) (۹) قصہ لیلیٰ مجنوں (۱۰) مجموعہ حکایات (۱۱) دیوان غزلیات۔

۱۹ بحوالہ ریو، برٹش میوزیم کیٹیلاگ، جلد ۳، ص ۹۴۷۔

۲۰ گوالیار نامہ (۱۷۹۲ء)، عبرت نامہ (تاریخ شاہ عالم۔ ۱۸۰۶ء) اور تاریخ جونپور (۱۷۹۶ء)۔

۲۱ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری۔ ۴ نسخے، انڈیا آفس لائبریری ۲ نسخے۔ برٹش میوزیم، ۱ ایک نسخہ وغیرہ۔

۲۲۔ اس ترجمے کی ایک نقل کتب خانہ انڈیا آفس میں موجود ہے(ملاحظہ ہو ای۔آئی۔او نمبر۲۲۰،ص ۹۳) جسے لاعلمی کی وجہ سے ارباب نثر اُردو میں اصل نسخہ قرار دیا ہے۔ ولاؔ کے اُردو ترجمے کا فرانسیسی ترجمہ دتاسی نے ۱۸۶۵ء میں پیرس سے شائع کیا تھا۔ اُردو ترجمہ ابھی تک شائع نہیں ہوا۔

۲۳۔ روضۃ الشہدا کا ترجمہ سب سے پہلے ''کربل کتھا'' کے نام سے قدیم اُردو نثر میں فضل حسین فضلی نے بعہد محمد شاہ بادشاہ دہلی ۱۸۳۲ء میں کیا تھا۔ زیرِ نظر ترجمہ اس سلسلے کی دوسری کوشش ہے۔ اس کے بعد عطا اللہ خان نے ''عین البکا'' کے نام سے اُردو نثر میں ترجمہ کر کے ۱۸۷۳ء میں دہلی سے شائع کیا جو ۱۵۱ صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد ''عمدۃ المجالس'' کے نام سے مخدوم عالم نے منظوم ترجمہ کر کے ۱۸۷۵ء میں لکھنؤ سے شائع کیا۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو فہرست مطبوعات انڈیا آفس لائبریری، جلد۲، حصہ۲، ص ۲۷۰ اور فہرست مطبوعات ہندوستانی مرتبہ بلوم ہارٹ، صفحات ۶۹، ۱۲۴)۔

۲۴۔ ملاحظہ ہو بروکلمین، جلد ا، ص ۵۹۸۔ انڈیا آفس، ۴۳، ۳۴۱۔ ریو۔ ۲۶۶۔ الیٹ، تاریخ ہند حصہ ۷، ۲۶۵، ۶۶۔ الفنسٹن، تاریخ ہند۔ ص ۶۱۰، بانکیپور ۵، ۵۷۳، ۷۔ اسٹیورٹ۔ این، ۴۵، ص ۱۸۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۶۵ھ/ ۴۹۔۱۸۴۸ء۔

۲۵۔ بحوالہ فرانسیسی مستشرق دتاسی۔ تاریخ آسام فرانسیسی ترجمہ تھیوڈور پیوی نے ۱۸۴۵ء میں پیرس سے شائع کیا تھا۔

۲۶۔ ''ارباب نثر اُردو'' میں لکھا ہے کہ ''بہادر علی کا ترجمہ (تاریخ آشام) بالکل نایاب ہے۔ اس کا کوئی نسخہ نہ مل سکا۔ یورپ کے کتب خانوں میں بھی اس کا کوئی قلمی مسودہ نہیں ہے۔ ہم ٹھیک طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ شائع بھی ہوا یا دست بردِ زمانہ سے برباد ہوگیا۔''

داستان تاریخ اُردو میں لکھا ہے کہ ''حسینی کا ترجمہ ناپید ہے۔'' یحییٰ تنہا اور دوسرے مورخین ادب نے بھی ارباب نثر کے بیان کو اپنے الفاظ میں دہرا دیا ہے۔ زیرِ نظر مخطوطہ اس کی بربادی کے تمام شکوک کی نفی کرتا ہے۔ اس فہرست کے مسودہ میں مرتب نے لکھا تھا کہ کلکتہ سے ۱۸۰۵ء میں شائع ہوا۔ لیکن حوالہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے یہ بات مشکوک ہو جاتی ہے۔ اب یاد نہیں آتا کہ کس حوالہ سے یہ اشارہ قلم بند ہوگیا تھا۔

۲۷۔ اصل فارسی کتاب کے مصنف کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا۔ طباخی پر قلمی اور مطبوعہ متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مترجم کے متعلق بھی تفصیلات کسی ذریعہ سے مہیا نہیں ہوتیں۔ بلوم ہارٹ نے فہرست مخطوطات برٹش میوزیم میں ''خوان الوان'' کے نام سے سید حمید الدین بہاری کی ایک کتاب کی مجملاً نشاندہی کی ہے اور ڈاکٹر گلکرسٹ کے ایما سے ترجمہ کرنے کا بھی ذکر کیا ہے جو ۲۴ ابواب پر مشتمل ۲۵۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اُردو میں بھی ''خوانِ نعمت'' اور ''الوانِ نعمت'' کے نام سے انیسویں صدی عیسوی میں تقریباً نصف درجن کتابیں چھپ چکی ہیں مثلاً ''ایوانِ نعمت'' از بلاقی داس، ۳ جلد، مطبوعہ دہلی ۱۸۷۹ء، ''خوانِ نعمت''، مطبوعہ مدراس، ۱۸۶۴ء و ۱۸۷۴ء، بنگلور، ۱۸۷۴ء و ۱۸۷۷ء، لاہور ۱۸۹۰ء

(ملاحظہ ہو بلوم ہارٹ فہرست اُردو مطبوعات انڈیا آفس لائبریری ۔ جلد ۲، حصہ ۲، صفحات ۷،۸؛ بلوم ہارٹ، فہرست اُردو مطبوعات، برٹش میوزیم، ص ۱۷۱۔) لیکن ان مطبوعات پر سید حمید الدین کا نام درج نہیں ہے۔

۲۸۔ سورداس کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو؛
۱۔ دتاسی کی تاریخ ادب ہندی و ہندوستانی
۲۔ تاریخ ہندی ادب از کیی (صفحہ ۷۳)
۳۔ مخطوطہ نمبر ۳۲

۲۹۔ خواجہ میر دردؔ دہلی کے رہنے والے، خواجہ میر ناصر علی عندلیب کے فرزند ۱۱۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۹۹ھ میں وفات پائی۔ خواجہ عندلیبؔ فارسی کے مشہور شعرائے ہند میں شمار ہوتے ہیں۔ نوائے عندلیب (دیوان) ان سے یادگار ہے۔ نقشبندی سلسلہ صوفیاء کے بانی خواجہ بہا الدین نقشبند کے اخلاف میں سے ہیں۔ خواجہ میر درد، اپنے عہد میں سلسلہ نقشبندیہ کے سربراہ اور سلسلہ چشتیہ کے صاحبِ مسند صوفی تھے۔ کثیر التصانیف اہلِ قلم تھے۔ ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں:-

۱۔ اسرار الصلوٰۃ	۲۔ رسالۂ واردات
۳۔ علم الکتاب (مطبوعہ دہلی ۱۸۹۱ء)	۴۔ نالۂ درد (مطبوعہ ۱۸۵۰ء)
۵۔ آہِ سرد (مطبوعہ ۱۸۵۰ء)	۶۔ دردِ دل (مطبوعہ ۱۸۵۱ء)
۷۔ شمع محفل	۸۔ حرمتِ غنا
۹۔ واقعاتِ درد	۱۰۔ دیوانِ فارسی (مطبوعہ دہلی ۱۸۹۲ء)
۱۱۔ دیوانِ اُردو	

۳۰۔ دیوانِ درد (اُردو) پہلی مرتبہ ۱۸۴۷ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ (۱۴۱ صفحات پر مشتمل تھا۔) جسے اشپرنگر کی فرمائش پر مولوی امام بخش صہبائی، استاد مرحوم دہلی کالج نے مرتب کیا تھا۔ اس ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر غزل کے شروع میں بحور و اوزان مع اسماء دیے گئے ہیں۔ اس کے بعد ۱۸۵۵ء، ۱۸۶۵ء اور ۱۸۷۸ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ (ملاحظہ ہو اشپرنگر، فہرست کتب خانہ شاہِ اودھ (ص ۶۰۵)، گارساں دتاسی، تاریخِ ہندی و ہندوستانی ادب، ص ۴۱۰، انڈیا آفس فہرست اُردو مطبوعات، جلد ۲، حصہ ۲، ص ۱۰۴)۔

۳۱۔ کلیاتِ ولی مطبوعہ انجمن ترقی اُردو میں یہ شعر یوں ہے۔

عجب شہراں میں ہے پُر نور یک شہر
بلاشک وہ ہے جگ میں مقصد دہر

اور اس غزل میں ۷۴ شعر ہیں۔

۳۲۔ (۱) اشپرنگر کی فہرست میں ایک مکمل نسخہ کا ذکر ہے (ص ۶۲۱)

(۲) میر قمر الدین منتؔ دہلوی سادات حسینی کے چشم و چراغ تھے۔ اپنے عہد کے بڑے پر گو شاعر تھے۔تذکرہ نویسوں نے ان کے اشعار کی تعداد قریب ایک لاکھ بتائی ہے۔ ان کی تصانیف میں علاوہ اُردو و فارسی دواوین کے (۱) جواب خمسۂ نظامی (۲) قصۂ ہیر رانجھا معجز الکمال در جواب سحر ہلال ملاّ آملی (ناتمام) (۳) شکرستانِ چمنستان در جواب گلستان و بوستان سعدی۔ ۱۱۹۱ھ میں دہلی سے لکھنؤ پہنچے۔ وہیں سرکارِ انگریزی میں رسوخ حاصل کیا، صوبہ بنگال کی پیشگاہ نظامت سے ملک الشعرا کا خطاب پایا۔ کلکتہ میں ۱۲۰۶ھ یا ۱۲۰۸ھ میں وفات پائی۔

۳۳۔ گلشنِ ہند میں تاریخِ وفات ۱۲۰۵ھ لکھی ہے، جو غلط ہے۔ جس کی دلیل مصحفی کا قطعۂ تاریخ ہے۔

۳۴۔ دیوانِ حسن کے دوسرے قلمی نسخوں کے لیے ملاحظہ ہو، اشپرنگر، ص ۲۰۹۔

۳۵۔ ایک بہت مذہب ومطلی نسخہ حبیب گنج (نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی) کے کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ تذکرہ قیامِ فیض آباد کے زمانے میں لکھا گیا۔

۳۶۔ قادرالکلام شاعر اور صاحبِ تصانیف تھے۔ ترجمۂ خصوص الحکم اور دہ مجلس ہندی ان سے یادگار ہیں۔ قائم نے اپنے تذکرہ میں بہت تعریف کی ہے۔ میر حسن نے اپنے تذکرہ میں اشعار کا طویل انتخاب دیا ہے اور نثر کا ایک فقرہ بھی نقل کیا ہے۔ اور خان آرزو کا رشتہ دار بتایا ہے۔

۳۷۔ کرم خوردہ۔

۳۸۔ دیوان رندؔ کا یہ مخطوطہ فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ کا مملوکہ ہے۔ غالباً بنگال کے دورانِ قیام میں فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ میں پہنچایا گیا۔

۳۹۔ بحوالہ فہرست اشپرنگر، ص ۶۴۱۔

۴۰۔ دوسرے نسخوں کے لیے ملاحظہ ہو اشپرنگر، ص ۶۲۴۔

۴۱۔ دیوانِ مجرم کے دیگر نسخوں کے لیے ملاحظہ ہو اشپرنگر، ص ۲۶۲۔

۴۲۔ ملاحظہ ہو تذکرۂ ہندی مصحفی۔ گلشنِ ہند گردیزیؔ۔ اشپرنگر، ص ۲۱۱۔

۴۳۔ شاہ عالم ثانی، سنہ جلوس ۱۱۷۳ھ۔

۴۴۔ مُہر سے پہلے یہ عبارت درج ہے "کتاب دیوانِ آبروؔ زبان ہندی واقعہ سلخ ربیع الاول ۱۲۱۹ھ دیدہ شد"۔

۴۵۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو۔ تذکرۂ ہندی مصحفی۔ گلشنِ ہند علی لطفؔ۔ تذکرہ شعرا میر حسن، گلزارِ ابراہیم، خلیلؔ، اربابِ نثرِ اُردو، سید محمد۔ سیر المصنفین از تنہاؔ۔ اشپرنگر۔ دیباچہ آرائشِ محفل از شیر علی افسوسؔ، نساخؔ

۴۶۔ ولاؔ کے متعلق ملاحظہ ہو۔ اشپرنگر (کتب خانہ شاہانِ اودھ)۔ مصحفی، تذکرۂ ہندی۔ سیر المصنفین، تنہاؔ۔ اربابِ نثرِ اُردو، سید محمد۔ دیوانِ جہاں (مخطوطہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال)۔

۴۷۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو۔ اشپرنگر ص ۲۵۱، ریو ص ۱۵۱۷، میر حسن ص ۴۷، مصحفی تذکرۂ ہندی۔ گلزارِ ابراہیم ص ۲۲۹ وغیرہ۔

۴۸۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو۔ اشپرنگر (ص۳۰۵، ۶۴۲)۔ دتاسی جلد ۳۔ مصحفی، تذکرۂ ہندی ص ۲۷۵۔ گلزارِ ابراہیم ص ۲۶۰۔ میر حسن ۲۰۱۔

۴۹۔ ملاحظہ ہو قائم ص ۱۔ میر ۱۶۲، جلد ۳۔ اشپرنگر ص ۲۷۸۔ مجموعۂ نغز۔ دیوانِ جہاں۔ میر حسن، ص ۱۳۳۔ مصحفی، تذکرۂ ہندی ص ۷۷ا گلزارِ ابراہیم ص ۱۹۸۔

۵۰۔ حوالہ کے لیے دیکھیے۔ اشپرنگر ص ۲۷۰، آبِ حیات، قائم چاند پوری مخزنِ نکات گلزارِ ابراہیم ص ۲۳۱، مصحفی، تذکرۂ ہندی ۲۵۸۔ میر تقی میر، نکات الشعرا ص ۲۱۔ تذکرہ میر حسن ص ۱۷۸۔

۵۱۔ بحوالہ اشپرنگر فہرست کتب خانۂ شاہانِ اودھ ص ۱۹۹ا (ص۱۹۹ برائے نسخۂ دیگر)، گلزارِ ابراہیم۔ مصحفی تذکرۂ ہندی ص ۱۷۔

۵۲۔ برائے تفصیلات ملاحظہ ہو۔ سیر المصنفین (تنہا)۔ ارباب نثر اُردو (سید محمد)۔ داستانِ تاریخ اُردو (حامد حسن قادری)۔ دتاسی، تاریخ ادبیاتِ ہندی و ہندوستانی۔

۵۳۔ دیوانِ آصف الدولہ کے دوسرے نسخے کے لیے ملاحظہ ہو اشپرنگر ص ۵۹۶۔

O <------ > O